يَدُ اللّٰهِ عَلَى الْجَمَاعَةِ ترمذی لَا جَمَاعَةَ إِلَّا بِإِمَارَةٍ دارمی

جماعت اہل حدیث کا خصوصی ترجمان

ہفت روزہ تنظیم اہل حدیث لاہور

بانی: محدث العصر حافظ محمد عبداللہ محدث روپڑی رحمہ اللہ
سلطان المناظرین حافظ عبدالقادر روپڑی رحمہ اللہ
حافظ محمد جاوید روپڑی رحمہ اللہ

نگران اعلیٰ: صاحبزادہ عارف سلمان روپڑی
مدیر اعلیٰ: حافظ عبدالغفار روپڑی

جلد 58 | شمارہ 28 | جمعۃ المبارک 18 تا 24 جولائی 2014ء | فون 042-37656730 | فیکس 042-37659847

مصارفِ زکوٰۃ

ارشاد باری تعالیٰ ہے: اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۭ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ "بیشک صدقات صرف مسکینوں اوران کے وصول کرنے والوں کے لیے اوران کے لیے جن کی تالیفِ قلب مقصود ہو اور گردنیں چھڑانے میں اور قرض داروں کے لیے اور اللہ کی راہ میں اور مسافروں کے لیے، یہ فرض ہے اللہ ذوالجلال کی طرف سے۔" (التوبہ:60)

آیت مذکورہ میں زکوۃ کے آٹھ مصارف کا بیان ہے لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ سے مراد وہ لوگ ہیں جن کے پاس اتنا مال نہ ہو جس سے وہ اپنے اخراجات پورے کرسکیں۔ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا سے مراد زکوۃ اکٹھی کرنے والے اور اسے مستحقین میں تقسیم کرنے والے لوگ ہیں۔ الْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ سے مراد کمزور ایمان والے نومسلم لوگ ہیں یا وہ لوگ جن کے مسلمان ہونے کی اُمید ہو یا وہ کفار جن کو مال دینے سے توقع ہو کہ وہ اپنے قبیلے یا علاقے کے لوگوں کو مسلمانوں پر حملہ آور ہونے سے روکیں گے۔ وَفِي الرِّقَابِ سے مراد یہ کہ غلاموں کو ان کے آقاؤں سے چھڑا کر آزاد کر دینا۔ وَالْغٰرِمِيْنَ سے مراد وہ مقروض ہے جو قرض واپس ادا کرنے کی طاقت نہ رکھتا ہو، اُسے زکوۃ کی رقم دی جاسکتی ہے، بشرطیکہ اُس نے قرضہ جائز مقصد کے حصول کی بنا پر لیا ہو۔ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ سے مراد جہاد اور دیگر تمام دینی مقاصد ہیں جو اللہ کا رضا کے موجب بنتے ہیں مثلاً دینی مدارس میں زیر تعلیم طلبہ پر خرچ کرنا۔ اس کے علاوہ وہ مسافر جس کا سفر جائز مقصد کے لیے ہو اور اس کا زادِ راہ ختم ہو جائے اور وہ سفری ضروریات کو پورا کرنے کے لیے پیسے کا محتاج ہو تو اُسے بھی بقدر ضرورت زکوۃ دی جاسکتی ہے۔

درس حدیث

حافظ عبدالوحید روپڑی (سرپرست جماعت اہلحدیث)

حصول امن کے سنہری اصول بزبان رسول مقبول

حضرت انس ؓ سے مروی ہے کہ ماہ رمضان المبارک کی آمد پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: إِنَّ هَذَا الشَّهْرَ قَدْ حَضَرَكُمْ وَفِيهِ لَيْلَةٌ خَيْرٌ مِنْ أَلْفِ شَهْرٍ مَنْ حُرِمَهَا فَقَدْ حُرِمَ الْخَيْرَ كُلَّهُ وَلَا يُحْرَمُ خَيْرَهَا إِلَّا مَحْرُومٌ "بلاشبہ بابرکت ماہ تمھارے پاس آیا ہے' اسے غنیمت سمجھو' اس میں ایک ایسی رات ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے جو شخص اس رات کی خیر و برکت سے محروم رہا وہ ہر طرح کی خیر و برکت سے محروم رہا اور اس کی خیر و برکت سے صرف وہی محروم رہتا ہے جو 'ہر قسم کی خیر و برکت سے' محروم ہو" (ابن ماجہ کتاب الصیام باب ماجاء فی فضل شہر رمضان ص 289 رقم الحدیث: 1644)

اس رات کو اللہ تعالیٰ نے بڑی فضیلت سے نوازا ہے، اس کی برکات اور فضیلت کی وجہ سے اس رات میں کثرت سے فرشتوں کا نزول ہوتا ہے، ان کا نزول بھی رحمت اور برکت کے ساتھ ہوتا ہے۔ جس طرح وہ تلاوت قرآن مجید کے وقت نازل ہوتے ہیں اور مجلس ذکر کو گھیر لیتے ہیں اور سچے طالب علم کی تعظیم کے لیے اپنے پر بچھا دیتے ہیں۔ (ابن کثیر تفسیر سورۃ القدر)

لیلۃ القدر بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے بندوں پر ایک ایسا انعام ہے جس کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے: إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ ۝ وَمَا أَدْرَاكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۝ لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِنْ أَلْفِ شَهْرٍ ۝ تَنَزَّلُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ فِيهَا بِإِذْنِ رَبِّهِمْ مِنْ كُلِّ أَمْرٍ ۝ سَلَامٌ هِيَ حَتَّى مَطْلَعِ الْفَجْرِ ۝ شب قدر کی عبادت ایک ہزار مہینہ یعنی تراسی سال کی عبادت سے بھی بہتر اور افضل ہے، کیونکہ اس میں فرشتے اور جبرائیل امین اترتے ہیں اور یہ رات سلامتی کی رات ہے اور اللہ تعالیٰ کی سلامتی طلوع فجر تک رہتی ہے۔ (القدر)

سیدنا ابوہریرہ ؓ سے مروی ہے: مَنْ قَامَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ جو شخص ایمان اور ثواب کی نیت سے شب قدر کا قیام کرتا ہے اس کے پہلے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔ (بخاری بشرح الکرمانی کتاب فضل لیلۃ القدر باب فضل لیلۃ القدر ج 9 ص 131 رقم الحدیث: 2014 مسلم رقم الحدیث: 760)

یہ بابرکت رات "لیلۃ القدر" رمضان المبارک کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں سے ایک ہے۔ جیسا کہ سیدہ عائشہ صدیقہ ؓ بیان کرتی ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تَحَرَّوْا لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي الْوِتْرِ مِنَ الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ تم شب قدر کو رمضان المبارک کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔ (بخاری بشرح الکرمانی کتاب فضل لیلۃ القدر باب تحری لیلۃ القدر فی الوتر من العشر الاواخر ج 9 ص 133 رقم الحدیث: 2018)

(بقیہ ص: 21)

مدیر انتظامی
حافظ عبدالوہاب روپڑی
فاضل اُم القریٰ مکہ مکرمہ

ہفت روزہ تنظیم اہل حدیث لاہور

جماعت اہل حدیث کا خصوصی ترجمان

اداریہ

حافظ عبدالغفار روپڑی

رمضان المبارک اور مہنگائی

بلاشبہ رمضان المبارک نیکیوں کا موسم بہار، بخشش ومغفرت کا خزینہ اور حصول جنت کا بہترین ذریعہ ہے جو شخص اس کے فضائل وبرکات کو سمجھتے ہوئے اس کے متعلقہ تمام احکامات الٰہی پر کماحقہ عمل پیرا ہو کر اور اپنے سابقہ گناہوں پر شرمندہ ہو کر اللہ ذوالجلال کے حضور دست توبہ پھیلاتا ہے یقیناً وہ شخص بخشش ومغفرت حاصل کر لیتا ہے۔ اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے اس میں جتنی بھی عبادات ہیں ان کا تعلق خواہ فرائض سے ہو یا نوافل سے سب کا مقصد تزکیہ نفس، تقویٰ وطہارت اور روح کی بالیدگی ہے۔ معاصی سے بچنا، اعمال میں اخلاص پیدا کرنا، رضائے الٰہی کا حصول اور جنت کا دخول ہر کلمہ گو انسان کی خواہش ہے۔

رمضان المبارک رحمتوں اور برکتوں کا مہینہ ہے۔ یہی وہ مہینہ ہے جس میں قرآن مجید جیسی کتاب انقلاب کا نزول ہوا جو رہتی دنیا تک ہمارے لیے رشد وہدایت کا ایک نسخہ کیمیا ہے۔ رمضان کے روزوں کی فرضیت کا بنیادی مقصد تقویٰ وپرہیزگاری، تزکیہ نفس، لوگوں کے عقائد واعمال کی درستگی اور عبادات میں پختگی پیدا کرنا تھا۔ یہ مقدس مہینہ ہمدردی وخیر خواہی، صبر وتحمل، صلہ رحمی، ایثار وقربانی کا درس دیتا ہے مگر افسوس ہمارے ہاں رمضان کے روزوں کی برکتیں قدم ابھی رکھتی نہیں کہ مہنگائی اس سے قبل ہی یہاں خیمہ زن ہو جاتی ہے اور ہمارے بے ضمیر منافع خور کھانے پینے کی تمام چیزوں کے نرخ بڑھا دیتے ہیں۔

پاکستان دنیا کا واحد اسلامی ملک ہے جہاں رمضان المبارک میں منافع خور اپنی مرضی سے جس طرح چاہیں ناجائز منافع کماتے ہیں اس کی نظیر دنیا میں کہیں نہیں ملتی۔ حسب معمول رمضان شروع ہوا تو قیمتوں نے اودھم مچا دیا۔ ویسے بھی ہمارے ہاں چونکہ یہ ایک بری روایت بن چکی ہے کہ رمضان المبارک کی آمد کے ساتھ ہی حکومتوں کی جانب سے ہر سال روایتی بیانات کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے کہ رمضان میں اشیائے خورد ونوش کی قیمتیں نہیں بڑھنے دیں گے مصنوعی مہنگائی کرنے والوں کو معاف نہیں کیا جائے گا بلکہ ان کو کیفر کردار تک پہنچایا جائے گا۔ عوام کو اس ماہ میں ریلیف دیا جائے گا اور گراں فروشوں کے ساتھ آہنی ہاتھوں نمٹا جائے گا۔ ایک طرف تو یہ حکومتی کار پردازوں کے بیانات، فرمودات اور ارشادات ہوتے

مجلس ادارت

مدیر اعلیٰ: حافظ عبدالغفار روپڑی
مدیر: پروفیسر میاں عبدالمجید
مدیر انتظامی: حافظ عبدالوہاب روپڑی
معاون مدیر: حافظ عبدالجبار مدنی
نائب مدیر: مولانا عبداللطیف حلیم
مینجر: حافظ عبدالظاہر 0300-8001913
Abdulzahir143@yahoo.com
کمپوزنگ: وقار عظیم بھٹی 0300-4184081

فہرست

درس حدیث	1
اداریہ	2
الاستفتاء	5
تفسیر سورۃ الاعراف	7
زکوٰۃ کی اہمیت اسلام کی نظر میں	10
روزہ کا اسلام میں اصلاحی کردار	15

زر تعاون

فی پرچہ...... 10 روپے
سالانہ..... 500 روپے
بیرون ممالک 200 ریال (امریکی 50 ڈالر)

مقام اشاعت

ہفت روزہ "تنظیم اہلحدیث" رحمن گلی نمبر 5
چوک دالگراں لاہور 54000

ہیں۔ دوسری طرف آپ بذات خود جا کر قیمتوں کے بارے میں معلوم کرنے کی کوشش کریں تو اچھے بھلے، جوان گھبرو آدمی کا بلڈ پریشر لو یا ہائی ہو جاتا ہے کیونکہ جو آم رمضان سے دو دن پہلے 40 روپے کلو تھا اب وہی آم 100 روپے یا 150 روپے کلو فروخت ہو رہا ہے۔ کھجور جو رمضان سے پہلے 120 روپے تھی اب اس کی قیمت 200 روپے تک پہنچ چکی ہے۔ موٹا گوشت جس کی حکومت کی جانب سے مقرر کردہ قیمت 250 روپے ہے رمضان میں 300 روپے سے کم نہیں مل رہا۔ اسی طرح دودھ اور دہی ہے جو رمضان سے پہلے 70 روپے کلو ملتے تھے اب کہیں بھی 80 روپے سے کم نرخوں میں دستیاب نہیں ہیں۔ غرضیکہ سحری وافطاری کے اوقات میں استعمال ہونے والی اشیاء کی قیمتوں میں تیس فیصد اضافہ کر دیا جاتا ہے۔ اگر کوئی چیز سستی ہوتی دیکھی ہے تو وہ سافٹ ڈرنکس، بنا سپتی، چائے، بد قسمتی سے یہ چیزیں ملٹی نیشنلز کی پیداوار ہیں جو کہ غیر مسلم ہیں۔

چلو وقتی طور پر یہ بھی تسلیم کریں کہ فروٹ اور سبزی کی قیمتیں روزمرہ کے حساب سے مقرر کی جاتی ہیں آخر چینی کو کیا ہوا؟ پچاس کلوگرام تھیلے کی قیمت رمضان سے پہلے ڈھائی ہزار روپے کے لگ بھگ تھی مگر رمضان کے آتے ہی اس کی قیمت بلا جواز اٹھائیس سو روپے تک پہنچ گئی۔ اسی طرح آٹا ہے رمضان سے قبل ایک تھیلے کی قیمت تقریباً اٹھائیس سو روپے تھی اب تقریباً انتیس سو روپے ہو چکی ہے۔ قارئین یہ چیزیں کوئی پیاز، ٹماٹر، سبزی کی جنس تو نہیں یہ تو باقاعدہ کارخانے کی پیداوار ہوتی ہیں ان کی قیمت حکومت کی طرف سے مقرر ہوتی ہے لیکن یہ اضافہ کیوں ہوتا ہے اور کون کرتا ہے؟ حکومت، سرکاری اہلکار، یا پرائس کنٹرول کمیٹی؟ کون اس کا ذمہ دار ہے؟ کسی بھی حکومتی اہلکار کے پاس اس سوال کا تسلی بخش جواب آپ کو نہیں ملے گا۔ جبکہ وزیر اعلیٰ پنجاب وہی آزمودہ نسخہ آزمانا شروع کر دیتے ہیں، کبھی اس بازار، کبھی اُس بازار، اس کو ڈانٹ اُس کو ڈپٹ۔ اگر کسی پرچون فروش سے استفسار کیا جائے تو اس کا سیدھا سا یہی جواب ہوتا ہے بابو جی کیا کریں سودا مہنگا آتا ہے، تھوک کی قیمتیں بڑھ گئی ہیں، اب تھوک کی قیمتیں کون بڑھاتا ہے اور ان قیمتوں کے بڑھنے کا منبع کہاں ہے؟

اسسٹنٹ کمشنر یا مجسٹریٹ آتا ہے بازار میں دو چار لوگوں کو جرمانے ہوتے ہیں دوسرے دن کے اخبارات میں سرخیاں چھپتی ہیں کہ فلاں اسسٹنٹ کمشنر یا مجسٹریٹ نے فلاں بازار میں چار گراں فروشوں کو جرمانہ کیا اور اس عہد کا اعادہ کیا گیا کہ گراں فروشوں کو نہیں چھوڑا جائے گا مگر ان کے جاتے ہی اشیاء کی وہی قیمتیں لوٹ آتی ہیں۔ اس میں کچھ تو ہماری قوم کے حریصانہ رویے کا بھی عمل دخل ہے۔ ہمارے ہاں لوگ رمضان کے روزے رکھنے، تراویح پڑھنے کو عبادت تصور کرتے ہیں مگر ناجائز منافع کو اپنا حق سمجھتے ہیں۔ مسئلہ یہی ہے کہ اوپر سے لے کر نیچے تک کسی سپر سٹور سے لے کر خوانچہ فروش تک سب ایک دوسرے کی چمڑی ادھیڑنے کو شیر مادر کی طرح اپنا حق سمجھتے ہیں۔ مگر آج تک نہ تو عوام کے آنسو پونچھنے کا موقع آیا نہ حکومت کے وعدے "وفا" کی منزل تک پہنچ سکے۔

مہنگائی کے سدباب کے لیے حکومت آئے روز نت نئے مصنوعی طریقے استعمال کرتی ہے مگر مہنگائی کی اصل جڑ کو پکڑنے کی بجائے متبادل طور پر کبھی سستے رمضان بازار، کبھی سستے ماڈل بازار قائم کر کے یہ خیال کرتی ہے کہ عوام الناس کو سستی ومعیاری چیزیں دستیاب ہونا شروع ہو گئی ہیں جبکہ بنیادی مسائل وہیں پر رہنے دیے جاتے ہیں جن کی وجہ سے مسائل دن بدن بڑھتے چلے جاتے ہیں اور بالآخر حکومت ان کے سامنے ڈھیر ہو کے رہ جاتی ہے۔ امسال پنجاب حکومت نے پانچ ارب کے سبسڈی سے ہر چھوٹے بڑے شہر میں سستے رمضان بازار قائم کیے ہیں جن میں عوام کو سستا آٹا، چینی و دیگر ضروری اشیاء عام مارکیٹ سے کم قیمت پر فراہم کرنے کا دعویٰ کیا ہے اور اس بلند بانگ دعوے میں صداقت کا رنگ بھرنے کے لیے پوری صوبائی حکومت، مارکیٹ کمیٹی، محکمہ خوراک کا عملہ دیگر اہل کار بازاروں کی نگرانی کے لیے موجود ہوتے ہیں۔ ان انتظامات کے باوجود عوام کی مشکلات کم ہونے کی بجائے روز بروز بڑھتی جا رہی ہیں۔ کیوں؟؟؟ شاید اعلان کرنے والا "حکومت اس سال اربوں روپے کی سبسڈی دے گی اور سستے رمضان بازار قائم کیے جائیں گے" یہ کہہ کر یہ جملہ کہنا بھول جاتا ہے کہ اشیاء عام مارکیٹ سے بھی مہنگی فراہم کی جائیں گی۔

مہنگائی کے سیلاب کے آگے بند باندھنے اور لوڈ شیڈنگ کے عذاب سے نجات کے لیے حکومت میں شامل ''میر جعفر اور میر صادق'' جیسے عناصر ہی قانونی منصوبوں کی تکمیل اور عوامی مسائل کے حل میں رکاوٹ کا سبب بنتے ہیں۔ جو زبان سے عوام کو طفل تسلی اور حکومت کو ''سب اچھا ہے'' کی رپورٹ دیتے ہیں جبکہ حقیقت یہ کہ وہ اپنی جیبیں گرم کررہے ہوتے ہیں جب سستے رمضان بازاروں کی نگرانی کرنے والے اہلکار وافسران اور سیاسی عہدوں پر متمکن کوتوال خود ہی قانون کی دھجیاں اُڑائیں، لاقانونیت، رشوت خوری اور جیبیں بھرنے کے اس منظرنامے میں میاں شہباز شریف لاکھ سستے رمضان بازار قائم کرکے بھی مہنگائی کے جن کو قانون کی بوتل میں اسیر نہیں کرسکتے کیونکہ ایسا معاشرہ جس میں چور اور چوکیدار اپنے مفادات پر اس حد تک گھل مل جائیں کہ چور اور چوکیدار میں فرق کرنا عوام کے لیے مشکل ہو جائے، وہاں امن نہیں ہوسکتا۔

محکمہ خوراک کے افسران اور اہلکاروں کے کیا فرائض ہیں اور کیا کررہے ہیں؟ مہنگائی کے سیلاب میں لاقانونیت کا جادو کتنا سر چڑھ کر بول رہا ہے مگر یہ سب خاموش تماشائی بنے بیٹھے ہیں۔ افسوس صد افسوس جن بازاروں میں ان حکومتی مہربانوں نے اپنی کرسیاں ڈال رکھی ہیں وہاں پر بھی یہ مہنگائی پر قابو پانے میں ناکام ہو چکے ہیں۔ کیا ان حکومتی اہلکاروں کے پاس قانون کی چھڑی نہیں یا رشوت خوری نے ان کے ہاتھوں کو جکڑ رکھا اور زبانوں کو لگام دے رکھی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سوئی گھوم پھر کر واسطوں، رشوت ستانی، مک مکا اور چور دروازوں کے تعلقات کے ''بندوسوں'' پر آکر رُک جاتی ہے۔

کیا بھیانک تضاد پایا جاتا ہے یہ ماہ مقدس جو ہمارے لیے رحمتیں لاتا ہے، جس میں جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے اور جہنم کے دروازے بند کردیے جاتے ہیں، یہی وہ ماہ ہے جو روزے کی صورت میں ہمارے اندر دوسروں کی بھوک و غربت کا احساس دلاتا ہے جبکہ ہم سب اجتماعی طور پر ان اوصاف سے یکسر غافل ومحروم ہیں۔ کیسے عجیب مسلمان ہیں کہ اس مہینے میں نمازیں بھی باقاعدگی سے پڑھتے ہیں رات کو قیام کرتے ہیں، دن کو روزہ رکھتے ہیں، صدقہ وخیرات بھی کرتے ہیں لیکن باوجود اس کے جھوٹ، دھوکہ دہی کے ذریعے مسلمان بھائی کو لوٹنے میں مصروف ہیں چاہے وہ تجارت کی صورت میں ہو یا گداگری کی صورت میں بحیثیت مسلمان گراں فروش، منافع خور اپنے ہتھیار اور تیز کر لینے کی بجائے احترام رمضان المبارک کے پیش نظر اپنے غریب بھائیوں کو ثواب کی نیت سے منافع خوری سے اجتناب کرتے ہوئے رعایتی نرخوں میں اشیائے خورد ونوش فراہم کریں۔ مگر افسوس بڑے بڑے حاجی اور لمبی لمبی تسبیح پکڑے تاجر غریب عوام کا خون نچوڑنے پر تلے ہوئے ہیں بلکہ بعض تاجر حضرات نے تو پورے سال کا منافع اسی ماہ مقدس میں ہی عوام سے لینا ضروری سمجھ رکھا ہے۔

کیسی مسلمانی ہے کہ ایک طرف صوفی صاحب حاجی صاحب بنے بیٹھے ہیں اور دوسری طرف بغلوں میں چھرے چھپائے بیٹھے ہیں جو غریب عوام کو گھونپ رہے ہیں۔ اگر میری کسی بات پر شک ہو تو آپ بذات خود بازاروں کا جائزہ لیتا کہ میں نے کس حد تک بات صحیح کی ہے۔ حکمرانوں رمضان کا مہینہ ہے، غریب عوام کی بددعاؤں سے بچنے۔ کے لیے ان کی دادرسی کرو اور اس بات کا بھی عہد کریں کہ ہم نے ملک کی معیشت کو مضبوط کرکے غربت کا خاتمہ کرنا ہے اور اپنے تمام تر اختلافات کو پس پشت ڈال کر اور ایک ساتھ مل بیٹھ کر ایک ایسا لائحہ عمل وضع کرنا ہے جس سے غربت و تنگ دستی کا خاتمہ ہو سکے اور ملک خوشحالی کا گہوارہ بن جائے۔

سنہری موقع

ایسے طلباء جو مدینہ یونیورسٹی میں وظائف کے ساتھ ساتھ اعلیٰ تعلیم کے خواہش مند ہیں اور انھوں نے میٹرک، ایف، اے، بی اے، ایم اے یا اس کے مساوی عامہ، خاصہ، عالیہ، عالمیہ کی ڈگری حاصل کی ہے اور اُن کی عمر 25 سال سے کم ہے وہ درج ذیل نمبر پر رابطہ کرسکتے ہیں۔

(منجانب: حافظ احسان الٰہی احمد 0302-3372476)

الاستفتاء

مفتی عبید اللہ خان عفیف

ختم قرآن پر جلسہ کا حکم؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع اس مسئلہ کے بارہ میں کہ رمضان المبارک کے آخری عشرہ یعنی طاق راتوں میں مجالس ومحافل کا انعقاد کرنا اوراس میں معتکف کا شرکت کرنا قرآن وسنت کے مطابق جائز ہے؟ مسئلہ کی وضاحت فرمائیں۔ سائل: خواجہ عبداللطیف شادباغ لاہور

الجواب بعون الوھاب ومنہ الصدق والصواب: جواب سے قبل اعتکاف کی لغوی اورشرعی تعریف اوراس کے بنیادی مقصد کی نشاندہی نامناسب نہ ہوگی تاکہ اس تناظر میں جواب کا ادراک آسان ہوسکے۔

لغوی تعریف حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں: الاعتکاف لغة لزوم الشیء وحبس النفس علیه "اعتکاف کے لغوی معنی کسی چیز کو اپنے اوپر لازم کرلینا اوراپنے نفس کو اس پر مقید کردینا" (فتح الباری) اسی طرح سید محمد سابق مصری فرماتے ہیں: الاعتکاف لزوم الشیء وحبس النفس علیه خیرا کان ام شرا قال الله تعالیٰ ماھذه التماثیل التی انتم لھا عاکفون ای مقیمون ومتعبدون لھا" کسی چیز کو اپنے اوپر لازم کرلینا اورخود کو اس کا پابند کردینا ہے خواہ وہ چیز اچھی ہو یا بری جیسے ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم سے سوال کیا تھا ان مورتیوں کی حقیقت کیا ہے؟ جن کا اعتکاف کرتے ہو یعنی جن کے سامنے تم باادب قیام اوران کی عبادت کرتے ہو" (فقه السنة کتاب الصیام ج1)

شرعی لغوی تعریف کے بعد اعتکاف کی شرعی تعریف یہ ہے:

شرعاً المقام فی المسجد من شخص مخصوص علی صفة مخصوصة "شرعی معنی ہیں کہ کسی بھی مسجد میں کسی آدمی کا کسی مخصوص طریقہ کے ساتھ کسی جگہ کو لازم کرلینا اعتکاف کہلاتا ہے۔" (فتح الباری النووی ج2ص 371) سید محمد سابق فرماتے ہیں: لزوم المسجد والاقامة فیه بنیة التقرب الی الله عزوجل "تقرب الٰہی کے حصول کے لیے مسجد کے کسی گوشہ کو قیام کے لیے لازم کرلینا اعتکاف کہلاتا ہے۔"

(فقہ السنہ ج1ص400)

مقصداعتکاف:

دنیا کے بکھیڑوں اوربزم آرائیوں اورشوروشغب سے الگ تھلگ مسجد کے کسی گوشہ میں تخلیہ نشین ہوکر فرائض وواجبات کے ساتھ ساتھ تلاوت قرآن تسبیح وتحلیل، استغفار، درود ومناجات اوردعا وغیرہ کے ذریعہ تقرب الٰہی اوراس کے ساتھ رابطہ استوار کرتا ہے۔ اگر معتکف گوشہ نشین ہوکر بھی لایعنی قول وفعل اورشوروشغب میں مشغول رہے گا، کھانے کھلانے اورلوگوں کے ساتھ میل جول اوراختلاط قائم رکھے گا تو اعتکاف کے بنیادی مقصد تعلق باللہ وتقرب الٰہی کے حصول میں ناکام رہے گا۔

بالفاظ دیگر شریعت کی زبان میں اعتکاف کا مطلب یہ ہے کہ معین مدت کے لیے انسان گوشہ نشین ہوکر مخصوص انداز اورخاص اسلوب کے ساتھ اپنی تمام کاوشیں اللہ تعالیٰ کی عبادت واطاعت، ذکرواذکار اورزادِ آخرت کی تیاری کے لیے وقف کردے تاکہ رمضان کے فوائد ومقاصد یعنی سکون قلب، جمعیۃ باطنی، فکروخیال کی مرکزیت ورجوع الی اللہ عزوجل کی سعادت حاصل کرے اوراپنے ماضی کی غلطیوں کوتاہیوں کا تدارک کرکے اپنے رب سے معافی کا طلب گار رہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث اعتکاف کے حسین چہرہ سے پردہ اٹھاتے ہوئے فرماتے ہیں: ماکان الاعتراف فی المسجد سببا لجمع الخاطر وصفاء القلب والتفرغ للطاعات للتشبه بالملائكة ولتعرض لو جدان لیلة القدر اختاره النبی ﷺ فی العشر

الاواخر للمحسنین من امته "چونکہ مسجد میں اعتکاف جمعیۃ خاطر، صفائی قلب طاعات کے لیے فراغت، ملائکہ سے ساتھ مشابہت اور لیلۃ القدر کی برکات کے وجدان کا قوی ترین باعث اور بہترین ذریعہ ہے، اس لیے نبی کریم ﷺ نے اس تقوی پرور عمل کو عشرہ اخیرہ کے لیے پسند فرمایا اور اپنی امت کے محسنین کے لیے اس کو سنت قرار دیا۔"

(حجۃ اللہ البالغۃ ج2 ص55)

شیخ الاسلام ابن قیمؒ اعتکاف کا مقصد بیان کرتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں: اعتکاف کی روح اور اس سے مقصود یہ ہے کہ قلب کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ رابطہ استوار ہو جائے اس کے ذریعہ جمعیت خاطر حاصل ہو، اشتغال بالخلق سے چھٹکارا اور اشتغال باللہ کی نعمت میسر ہو اور کیفیت یہ ہو جائے کہ تمام افکار و ترددات اور وساوس کی جگہ اللہ تعالیٰ کا ذکر اور اس کی محبت کے لیے ہر فکر اس کی فکر میں ڈھل جائے اور ہر احساس و خیال اس کے ذکر و فکر اور اس کی رضا و قرب کے حصول کے لیے کوشش کے ساتھ ہم آہنگ ہو جائے۔ مخلوق سے انس کے بجائے اللہ تعالیٰ کے ساتھ انس پیدا ہو اور قبر کی وحشت میں جب اس کا کوئی غم خوار نہ ہو گا یہ انس اس کا چارہ ساز ہو گا، یہ ہے اعتکاف کا مقصد جو رمضان المبارک کے افضل ترین ایام یعنی آخری دنوں کے ساتھ مخصوص ہے۔ (زاد المعاد ج1 ص178)

یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ مذکورہ بالا مقصد تنہائی اور خلوت کی چیز ہے جو بزم آرائی اور جلوت کی چیز ہرگز نہیں، لہٰذا اس گوہر مقصود کے حصول کے لیے ایسی جامع مسجد درکار ہے جس میں لوگوں کی بھیڑ اور اختلاط کی وجہ سے ہر وقت میلے کا سماں نہ ہو جس مسجد میں سوالنامہ میں مذکور تکلفات پائے جاتے ہوں اور پھر خاص نظم کے تحت مخصوص کیفیتوں، حدود و قیود کی پابندی کے ساتھ اعتکاف کرایا جاتا ہو ایسی مسجد میں اعتکاف بیٹھنا جائز نہیں کیونکہ اس طرح اعتکاف بجائے سنت کے بدعت قرار پائے گا۔

رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرامؓ و تابعینؒ کے خیر القرون میں ان تکلفات کا ہرگز رواج نہ تھا۔ رمضان المبارک کی برکتوں کے حصول اور عبادت و ریاضت، ذکر و فکر اور شب بیداری کا اہتمام انفرادی طور پر ہوتا تھا۔ فرداً فرداً ہر شخص اپنے طور پر قیام، تلاوت قرآن مجید، تسبیح و تہلیل، حمد و ثناء، دعاء، انابت الی اللہ، ذکر و اذکار میں مشغول رہتا تھا مگر شب بیداری کی مروجہ صورتیں خیر القرون میں ہرگز نہ تھیں یعنی ان طاق راتوں میں شبینے، وعظ و تقریر، ختم قرآن پر جلسوں کا، شبینوں کا تکلف، صلوۃ تسبیح کا باجماعت اہتمام کرنا بدعت ہے۔

افسوس اہلحدیثوں کی مساجد میں بھی ختم قرآن پر جلسے کا خصوصی اہتمام اور لوگوں کو بریانی کھلانے اور چائے مٹھائی کی ترغیب میں لوگوں کو اکٹھا کیا جاتا ہے اور یہ رواج عام ہوتا جا رہا ہے۔ عہد رسالت، عہد صحابہؓ اور عہد تابعین یعنی خیر القرون میں ان تکلفات کا ہرگز رواج نہ تھا اور جو کام عہد رسالت، عہد صحابہؓ میں باوجود ضرورت کے مروج نہ ہو تو وہ بدعت ہے جیسا کہ فرمان نبوی ﷺ ہے: من احدث فی امرنا هذا ما لیس منه فهو رد صحیح بخاری اور دوسری روایت میں من عمل عملا لیس علیه امرنا فهو رد لہٰذا یہ تمام تکلفات بدعت و گمراہی اور جہنم میں لے جانے والے ہیں کل محدثة بدعة وکل بدعة ضلالة وکل ضلالة فی النار (نسائی) اللہ تعالیٰ ہم سب کو بدعات کے ارتکاب سے بچائے اور سنت پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین فقط

جنت میں گھر بنائیں

مَنْ بَنٰى لِلّٰهِ مَسْجِدًا بَنَى اللّٰهُ لَهٗ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ

"جو اللہ کیلئے مسجد بنائے، اللہ تعالیٰ اُسکے لیے جنت میں گھر بناتا ہے"

مناواں جی ٹی روڈ لاہور کے بالکل قریب جماعت اہلحدیث اور حاجی نذیر احمد کی زیر نگرانی دو کنال کے وسیع و عریض رقبہ میں مسجد تعمیر کی جا رہی ہے، چھت پر لینٹر پڑ چکا ہے اب اینٹ بجری، ریت، سیمنٹ کی اشد ضرورت ہے۔ اہل خیر حضرات و خواتین سے خصوصی اپیل ہے کہ وہ مسجد کی تعمیرات میں دل کھول کر عطیات دیں۔ اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں آپ کا حامی و ناصر ہو۔ آمین

[منجانب: نعیم احمد 0321-9794129_0345-7656730]

تفسیر سورۃ الاعراف

حافظ عبدالوہاب روپڑی (فاضل ام القریٰ مکہ مکرمہ) (قسط نمبر 8)

وَاِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً قَالُوْا وَجَدْنَا عَلَيْهَآ اٰبَآءَنَا وَاللّٰهُ اَمَرَنَا بِهَا ۭ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَاْمُرُ بِالْفَحْشَاۗءِ ۭ اَتَقُوْلُوْنَ عَلَي اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ قُلْ اَمَرَ رَبِّيْ بِالْقِسْطِ ۣ وَاَقِيْمُوْا وُجُوْهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ڛ كَمَا بَدَاَكُمْ تَعُوْدُوْنَ ۝ فَرِيْقًا هَدٰي وَفَرِيْقًا حَقَّ عَلَيْهِمُ الضَّلٰلَةُ ۭ اِنَّهُمُ اتَّخَذُوا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَاۗءَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ۝ ''اور جب وہ بے حیائی کا کام کرتے ہیں تو کہتے ہیں: ہم نے اپنے باپ دادا کو یوں کرتے پایا اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں اسی کا حکم دیا ہے (اے نبی ﷺ!) آپ کہہ دیجئے: اللہ تعالیٰ قطعاً بے حیائی کا حکم نہیں دیتا، کیا تم اللہ تعالیٰ کے ذمے ایسی باتیں لگاتے ہو جو تم نہیں جانتے ۝ کہہ دیجئے: میرے رب نے تو انصاف کرنے کا حکم دیا ہے اور (یہ کہ) ہر نماز کے وقت اپنے منہ سیدھے (قبلہ رُخ) کرلو اور خالص اسی کی اطاعت کرتے ہوئے اسی کو ہی پکارو، جیسے اس نے تمھیں (پہلے) پیدا کیا (ویسے ہی) تم (اس کی طرف) لوٹو گے ۝ ایک فریق کو اس نے ہدایت دی اور دوسرے فریق پر گمراہی ثابت ہوگئی ہے، یقیناً انھوں نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر شیطانوں کو دوست بنالیا ہے اور وہ خیال کرتے ہیں کہ وہ ہدایت یافتہ ہیں ۝''

مشکل الفاظ کے معانی:

اَلْقِسْطِ	انصاف
بَدَاَ	اس نے شروع کیا
تَعُوْدُوْنَ	تم لوٹو گے

ماقبل سے مناسبت:

سابقہ آیات مبارکہ میں شیاطین کا کفار پر مسلط ہونا مذکور تھا۔ ان آیات میں ان کے تسلط کے اثر کو بیان کیا گیا ہے۔

التوضیح:

وَاِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً قَالُوْا وَجَدْنَا عَلَيْهَآ اٰبَآءَنَا وَاللّٰهُ اَمَرَنَا بِهَا ۭ

انسان طبعاً افعالِ خیر کی طرف مائل ہوتا ہے لیکن جب وہ قبیح افعال کا مرتکب ہو تو وہ ان کے جواز میں دلیلیں تلاش کرتا ہے۔ اسی طرح مشرکین مکہ قبیح افعال کرتے جن کی تردید شریعت، عقل سلیم اور فطرت سلیمہ بھی کرتی ہے۔ مثلاً: شرک، برہنہ بیت اللہ کا طواف کرنا وغیرہ۔ ان کے جواز میں وہ یہ دلیل پیش کرتے تھے: یہ کام ہمارے آباء و اجداد کرتے رہے ہیں ہم تو ان کے مقلد ہیں اس لیے ہم اس چیز کے مکلف ہیں۔

امام مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: مشرکین بیت اللہ کا عریاں طواف کرتے اور کہتے ہم اسی حالت میں طواف کریں گے جس حالت میں ہماری ماؤں نے ہمیں جنم دیا ہے، حتیٰ کہ عورتیں بھی اپنی شرم گاہ پر کپڑے کا ٹکڑا یا کوئی اور چیز رکھ لیتیں اور طواف کرتے ہوئے یہ شعر پڑھتیں۔

اَلْيَوْمَ يَبْدُوْ بَعْضُهُ أَوْ كُلُّهُ وَمَا بَدَا مِنْهُ فَلَا أُحِلُّهُ

''آج میرے جسم کا کچھ حصہ یا سارا ہی وجود برہنہ ہوگا اور جو (حصہ) ننگا ہوگا اُسے میں کسی کے لیے حلال نہیں سمجھتی۔''

(طبری ج 8 ص 202-201)

جب مشرکین مکہ کوئی بے حیائی کا کام کرتے تو اُسے اپنے آباء و اجداد کی تقلید اور اللہ تعالیٰ کا حکم قرار دیتے، اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب

دیتے ہوئے فرمایا: قُلْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ ؕ ''اللہ تعالیٰ بے حیائی کا حکم نہیں دیتا'' کیونکہ برا حکم دینا یہ بھی پستی اور عیوب کی علامت ہوتی ہے جبکہ اللہ تعالیٰ پستی اور تمام عیوب سے پاک و مبرا ہے۔

اَتَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ

اللہ تعالیٰ کی بات وحی کے ساتھ ثابت ہوتی ہے جو انبیاء کی طرف کی جاتی ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ایسی (بے حیائی کا ارتکاب کرنے کے حوالے سے) کوئی وحی اپنے انبیاء پر نازل نہیں فرمائی۔ لہٰذا مشرکین کا ان باتوں کو اللہ کی طرف منسوب کرنا افتراء ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم ایسی بات کہتے ہو جس کا تمہیں علم نہیں۔

قُلْ اَمَرَ رَبِّيْ بِالْقِسْطِ ۫ وَاَقِيْمُوْا وُجُوْهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ؕ كَمَا بَدَاَكُمْ تَعُوْدُوْنَ ؕ

اے نبی (ﷺ!) کہہ دیں: میرے رب نے مجھے عدل کرنے کا حکم دیا ہے کہ میں ہر نماز کے وقت سیدھا قبلے کی طرف رخ کروں اور خالص اسی کی عبادت کروں، اس کے انبیاء کی اتباع کروں اور جو احکام وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے لے کر آئے ہیں ان پر اخلاص سے عمل پیرا ہو جاؤں، کیونکہ اللہ تعالیٰ دو شرائط کے ساتھ عمل کو قبول کرتے ہیں (۱) عمل درست اور شریعت کے مطابق ہو (۲) شرک اور ریاکاری سے پاک ہو۔

كَمَا بَدَاَكُمْ تَعُوْدُوْنَ ؕ

اللہ تعالیٰ نے عمل کے قبولیت کے لیے مذکورہ بالا شرائط کے بعد فرمایا: جس طرح اس نے تمہیں پیدا کیا اسی طرح تم اس کی طرف لوٹائے جاؤ گے، جبکہ کفار اور ملحد لوگ دوبارہ اُٹھائے جانے کا انکار کرتے ہیں اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جس طرح اس نے تمہیں پہلی مرتبہ پیدا کیا اسی طرح وہ تمہیں قیامت کے روز لوٹائے گا۔

سیدنا ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: يَاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّكُمْ مُحْشَرُوْنَ اِلَى اللّٰهِ حُفَاةً عُرَاةً غُرْلًا ''اے لوگو! تم اللہ کے ہاں برہنہ پاؤں، برہنہ جسم اور بغیر ختنوں کے جمع کیے جاؤ گے۔''

(بخاری بشرح الکرمانی کتاب أحادیث الانبیاء باب قول اللہ تعالیٰ واتخذ اللہ ابراہیم خلیلا ج 14 ص 9 رقم الحدیث: 3349 مسلم کتاب الجنۃ باب فناء الدنیا ج 9 جز 17 ص 163 رقم الحدیث: 2860)

فَرِيْقًا هَدٰى وَفَرِيْقًا حَقَّ عَلَيْهِمُ الضَّلٰلَةُ ؕ اِنَّهُمُ اتَّخَذُوا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ۝

پیدائش، حساب و کتاب اور دوبارہ اُٹھائے جانے کے وقت لوگوں کے دو گروہ ہوں گے، ان میں سے ایک ہدایت یافتہ اور دوسرا گمراہ ہوگا۔ جیسا کہ سیدنا ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ابن آدم کی پیدائش اس طرح شروع کی کہ ان میں کچھ مومن اور کچھ کافر تھے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَّمِنْكُمْ مُّؤْمِنٌ ''اللہ ہی وہ ذات ہے جس نے تمہیں پیدا کیا، پھر تم میں کوئی کافر ہے تو کوئی مومن۔'' (التغابن: 2)

تمام اختیارات کا مالک اللہ ذوالجلال ہے جس کو اُس نے ہدایت کے لیے پیدا کیا اور اُس کے لیے ہدایت کے اعمال آسان کر دیے اور جس کو برائی کے لیے پیدا کیا اُس کے لیے برے اعمال آسان کر دیے۔ سیدنا عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں! تم میں سے ایک شخص اہل جنت کے سے کام کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ جنت اور اُس کے درمیان تقریباً ایک گز کا فاصلہ رہ جاتا ہے تو کتاب سبقت لے جاتی ہے اور وہ اہل دوزخ جیسا کوئی کام کر لیتا ہے اور جہنم رسید ہو جاتا ہے۔ اسی طرح ایک شخص اہل دوزخ جیسا کام کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ دوزخ اور اُس کے درمیان تقریباً ایک گز کا فاصلہ رہ جاتا ہے تو کتاب سبقت لے جاتی ہے اور وہ اہل جنت جیسا کوئی کام کر لیتا ہے اور جنت میں داخل ہو جاتا ہے۔ (بخاری کتاب بدء الخلق باب ذکر الملائکۃ ج 13 ص 133 رقم الحدیث: 3208 مسلم کتاب القدر باب کیفیۃ الخلق ج 8 جز 16 ص 163 رقم الحدیث: 2643)

سیدنا ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: كُلُّ مَوْلُوْدٍ يُوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ فَاَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ وَيُنَصِّرَانِهِ وَيُمَجِّسَانِهِ ''ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے مگر اس کے ماں باپ اسے یہودی، عیسائی اور

مجوسی بنا دیتے ہیں۔'' (بخاری بشرح الکرمانی کتاب الجنائز باب ما قیل فی اولاد المشرکین ج 7 ص 136 رقم الحدیث: 385 مسلم کتاب القدر باب کل مولود یولد علی الفطرۃ ج 8 جز 16 ص 177 رقم الحدیث: 2658)

ان دونوں روایتوں میں تطبیق اس طرح ہوگی کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں اس طرح پیدا کیا تا کہ وہ اپنی دوسری حالت میں مومن اور کافر ہوں جبکہ پہلی حالت (پیدائش) میں یہ توحید ہی پر پیدا ہوئے، اس کے بعد پھر وہ توحید پر قائم رہے یا توحید کو چھوڑ کر شرک کی تاریکی میں گر جائے۔

اخذ شدہ مسائل:

(1) لوگوں کے غیر شرعی افعال اور رسم و رواج کو بطور دلیل پیش کرنا منع ہے

(2) اللہ تعالیٰ کبھی بھی برے کام کا حکم نہیں دیتے اس لیے انسان کو بھی چاہیے کہ وہ بغیر علم کے اللہ تعالیٰ کی طرف کوئی بات منسوب نہ کرے۔

(3) اللہ تعالیٰ نے ہر معاملے میں عدل کا حکم دیا ہے اور اس کی عبادت اخلاص کے ساتھ اور سنت مطہرہ کے مطابق ادا کی جائے تو ہی وہ عبادت قبول ہوتی ہے۔

(4) تقدیر پر ایمان لانا ضروری ہے جبکہ اللہ تعالیٰ انسان پر کسی قسم کا جبر نہیں کرتے۔

(5) جس طرح انسان پیدا ہوا اُسی طرح (ننگے پاؤں، ننگے جسم اور بغیر ختنہ کے) اُٹھایا جائے گا۔

(6) ہر انسان کو اللہ تعالیٰ نے فطرت اسلام پر پیدا کیا ہے اسی لیے انسان طبعی طور پر اچھے کاموں کی طرف مائل ہوتا ہے

(7) بنی آدم میں سے ہر ایک کی پیدائش فطرت اسلام پر ہوئی لیکن تھوڑے لوگوں نے توحید کو اپنا کر کامیابی حاصل کی جبکہ اکثریت نے شرک میں مبتلا ہو کر تباہی کا راستہ اختیار کیا۔

□□□

جنت میں گھر بنائیں

جامعہ محمدیہ قدوسیہ کوٹراد ھاکشن میں مسجد کی تعمیر کی کافی ضرورت تھی اس سے پہلے جامعہ کا ایک ہال نماز پنجگانہ کے لیے مخصوص تھا۔ بعض اہل خیر اور مخلص حضرات کی توجہ سے یہ نیک کام شروع کیا ہے جس کے لیے لاکھوں روپے کی ضرورت ہے۔ اب ماہِ مقدس رمضان المبارک کا سہانا اور بابرکت موسم ہے احباب اہل خیر سے اس کار خیر میں تعاون کی پُر زور اپیل ہے کہ وہ بھی اس صدقہ جاریہ میں حصہ ڈالیں اور بروئے فرمانِ نبوی جنت میں اپنا گھر بنائیں۔ جزاکم اللہ خیراً

اپیل

جامعہ محمدیہ قدوسیہ کوٹراد ھاکشن پینسٹھ سال سے اسلامی تعلیمات کی خدمت کر رہا ہے۔ اب اس شعبہ کی عمارت ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہے بلکہ نا قابل استعمال ہوگئی ہے۔ اسے قابل استعمال بنانے اور نئے سرے سے کام جاری کرنے کے لیے تقریباً 10 لاکھ روپیہ درکار ہے۔ اہل خیر سے اس کار خیر میں تعاون کی پُر زور اپیل ہے۔

(منجانب: عبدالحکیم سیف ناظم جامعہ محمدیہ قدوسیہ کوٹراد ھاکشن قصور 0305-4109749)

زکوٰۃ کی اہمیت اسلام کی نظر میں

حافظ عبدالوہاب روپڑی

امام شافعی ؒ کے نزدیک اس کی اہمیت:

امام شافعیؒ کے نزدیک زکوٰۃ کا حق مال کے اندر متعین ہو جاتا ہے اگر مال دار زکوٰۃ نہ ادا کرے اور سال گزر جائے تو بقدر زکوٰۃ مال جو دراصل فقیر کا حق تھا اور اسکے مال میں شامل مانا جائے گا اور فقیر بطور حصہ دار اس کا شریک رہے گا اگر فقیر فوت ہو جائے تو اس کے اہل وعیال اس کے مال کے وارث ہوں گے۔

زکوٰۃ ایک قرض ہے:

زکوٰۃ صاحب مال کے ذمہ ایک قرض ہے اور کوئی شخص جب تک اپنے ذمہ کی زکوٰۃ ادا نہ کرے تو طویل عرصہ گزر جانے کے باوجود بھی یہ قرض اس سے ساقط نہیں ہوگا۔

چنانچہ علامہ ابن حزمؒ فرماتے ہیں: جس نے ایک سال یا زیادہ کی زکوٰۃ ادا نہ کی خواہ اسے اس کی فرضیت کا علم نہ تھا یا ادائیگی کا طریقہ معلوم نہیں تھا اس لیے کہ بیت المال کا کارندہ وصولی کے لیے اس تک نہ پہنچ سکا یا وہ زکوٰۃ ہی لینا چاہتا تھا خواہ وہ زکوٰۃ نقد روپوں کی شکل میں ہو یا کسی جنس کی یا مویشیوں کی شکل میں ہو، اس شخص کو چاہیے کہ اس مال کی پائی پائی کا حساب کر کے اسے اپنی زندگی میں ہی ادا کرے کیونکہ زکوٰۃ ایک بہت بڑا قرض ہے۔۔

(المحلی ج6 ص87)

امام مالک ؒ اور امام شافعی ؒ:

امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور متعدد ائمہ کا یہ مسلک ہے: فرضیت زکوٰۃ کے بعد موت واقع ہو جانے کی صورت میں میت کے ترکہ سے زکوٰۃ وصول کی جائے گی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتے ہیں: مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِي بِهَا أَوْ دَيْنٍ ''ترکہ کی تقسیم قرض کی ادائیگی اور وصیت پوری کرنے کے بعد کی جائے گی۔'' [مغنی ابن قدامہ ج2 ص683]

زکوٰۃ کی فرضیت:

یہ ہجرت کے دوسرے سال مدینہ منورہ میں فرض ہوئی اس کی فرضیت قرآن وسنت اور اجماع امت سے ثابت ہے۔

قرآن مجید سے اس کی فرضیت:

اللہ سبحانہ وتعالیٰ قرآن مجید میں فرماتے ہیں: وَأَقِيمُوا الصَّلَوٰةَ وَآتُوا الزَّكَوٰةَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ''تم نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔''

سنت سے اس کی فرضیت:

أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ بَعَثَ مُعَاذًا إِلَى الْيَمَنِ فَقَالَ أَعْلِمْهُمْ أَنَّ اللهَ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ صَدَقَةً تُؤْخَذُ مِنْ أَغْنِيَائِهِمْ فَتُرَدُّ فِي فُقَرَائِهِمْ ''رسول اللہ ﷺ نے معاذ بن جبلؓ کو یمن کی طرف روانہ کرتے وقت فرمایا تھا کہ تم ان (اہل یمن) کو خبر دینا کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر زکوٰۃ فرض کی ہے جو مسلمان کے اغنیاء سے لی جائے اور انھی کے فقراء میں تقسیم کی جائے گی۔'' [متفق علیہ]

اجماع سے اس کی فرضیت:

اس کی فرضیت پر تمام امت کا اجماع ہے

زکوٰۃ کے وجوب کی شرطیں:

(1) **اسلام:** احناف اور حنابلہ کے نزدیک کافر پر زکوٰۃ واجب نہیں لیکن امام مالکؒ کے نزدیک زکوٰۃ کے صحیح ہونے کے لیے اسلام شرط ہے لیکن کافر پر زکوٰۃ واجب نہ ہوگی۔ امام شافعیؒ کے نزدیک کافر اور مرتد پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے لیکن اس کی ادائیگی اسلام کے ساتھ موقوف ہے۔

(2) **عاقل اور بالغ ہونا:** بچے اور مجنون پر زکوۃ فرض نہیں لیکن اس کے مال میں زکوۃ فرض ہے اور ان کے سرپرستوں پر واجب ہے کہ ان کے مالوں سے زکوۃ نکالیں، یہ مذہب امام مالک" اور امام شافعی" کا ہے۔

احناف: احناف کے نزدیک بچے اور مجنون کے مال میں زکوۃ واجب نہیں اور ان کے اولیاء سے زکوۃ نکالنے کا مطالبہ بھی نہیں کیا جا سکتا لیکن ان کے مال سے عشر اور صدقۃ الفطر نکالنا واجب ہے۔

(3) مال کا مالک ہونا (4) مال کا حلال ہونا۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ إِلَّا طَيِّبًا (بخاری)

(5) **مال پر ایک سال کا گزر جانا:** جیسا کہ عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں: مَنِ اسْتَفَادَ مَالًا فَلَا زَكٰوةَ فِيهِ حَتّٰى يَحُولَ عَلَيْهِ الْحَوْلُ عِنْدَ رَبِّهٖ "جس آدمی نے سال بھر مال سے فائدہ اٹھایا سال گزر جانے کے بعد اس میں زکوۃ ہے۔" (ترمذی)

زکوۃ لینے کے آداب:

(1) زکوۃ کا مال لانے والے کے لیے خیر و برکت کی دعا کرنی چاہیے۔ صحیح البخاری میں سیدنا عبداللہ بن ابی اوفیؓ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ کے پاس جب کوئی صدقہ لے کر آتا تو آپ اس کے لئے برکت کی دعا فرماتے اور یہ الفاظ کہتے: اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى آلِ فُلَانٍ۔

(2) زکوۃ وصول کرنے والے کو لوگوں کے پاس جا کر زکوۃ لینی چاہیے۔ سیدنا عمرو بن شعیبؓ بیان کرتے ہیں: آپ ﷺ نے فرمایا: وَلَا تُؤْخَذُ صَدَقَاتُهُمْ إِلَّا فِي دُورِهِمْ "صدقات لوگوں کے گھروں میں جا کر لینے چاہئیں۔"

(3) زکوۃ میں درمیانہ مال لینا چاہیے نہ سب سے عمدہ اور نہ ہی ردی مال لیا جائے۔ سیدنا ابن عباسؓ فرماتے ہیں: جب آپ نے معاذؓ کو یمن کی طرف بھیجا تو فرمایا: اتق کرائم اموال الناس "لوگوں سے عمدہ مال لینے سے اجتناب کرو۔" (بخاری) اسی طرح آپ نے فرمایا: ولا یخرج فی الصدقة هرمة ولا ذات عوار ولا تیس الا ان یشاء المصدق "زکوۃ میں بوڑھا اور عیب دار جانور اور نر (سانڈ) نہ لیا جائے ہاں اگر زکوۃ لینے والا خود چاہے۔" (بخاری)

(4) عشر وصول کرنے میں نرمی کرنی چاہیے۔ آپ ﷺ نے زکوۃ وصول کرنے والے کو فرمایا: تم کھڑی فصل کا اندازہ لگاؤ: ودعوا الثلث فان لم تدعوا الثلث فدعوا الربع "تم ایک تہائی چھوڑ دو اگر ایک تہائی نہیں چھوڑتے تو ایک چوتھائی حصہ ضرور چھوڑ دو۔" (ابوداؤد، نسائی)

(5) زکوۃ میں خیانت کرنے والا قیامت کے دن اس مال کو اپنی گردن میں اٹھائے گا۔ (6) زکوۃ وصول کرنے والے کو زکوۃ دینے والے سے تحفہ وصول نہیں کرنا چاہیے۔

سیدنا ابوحمید ساعدیؓ فرماتے ہیں: اللہ کے رسول ﷺ نے ایک آدمی کو عامل مقرر کیا جب وہ زکوۃ لے کر واپس آپ کے پاس آیا تو اس نے کہا یا رسول اللہ! هذا لكم وهذا اهدی لی "یہ آپ کے لئے ہے اور یہ مجھے تحفہ دیا گیا ہے۔" آپ ﷺ نے فرمایا: افلا قعدت فی بیت ابیه او فی بیت امه حتی ینظر ایهدی الیه ام لا او کما قال "وہ اپنے ماں باپ کے گھر کیوں نہ بیٹھا رہا پھر میں اس کو دیکھتا کہ اسے تحفہ دیا جاتا ہے یا نہیں۔" (مسلم)

زکوۃ دینے والے کے آداب:

(1) زکوۃ دینے والا اپنی مرضی سے زکوۃ ادا کرے اس کے لیے بہت زیادہ اجر ہے۔ (ابوداود)

(2) زکوۃ سے بچنے کے لئے حیلہ سازی منع ہے۔

(3) زکوۃ کے وقت الگ الگ مال کو جمع نہ کیا جائے آپ ﷺ نے فرمایا: لا یجمع بین متفرق ولا یفرق مجتمع خشية الصدقة۔ (بخاری)

(4) زکوۃ وصول کرنے والے سے مال چھپانا منع ہے خواہ وہ زیادتی کرے رسول اللہ سے سوال کیا گیا: افنکتم من اموالنا بقدر ما یعتدون علینا قال لا "کیا ہم ان سے اس قدر مال چھپا لیں جس قدر وہ زیادتی کرتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں۔ (ابوداود)

(5) مشترکہ کاروبار میں ہر حصے دار کو اپنے اپنے حصہ کی زکوۃ ادا کرنی چاہیے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ما کان من خلیطین فانهما یتراجعان بالسوية "مشترکہ مال والے زکوۃ میں بھی برابر کے شریک ہیں" (بخاری)

(6) سال مکمل ہونے سے پہلے حسب ضرورت زکوۃ نکالی جاسکتی ہے۔ سیدنا ابن عباسؓ کو آپ ﷺ نے اجازت دی تھی۔ (ترمذی، ابن ماجہ)

(۷) جب سال گزر جائے تو زکوۃ جلدی ادا کر دینی چاہیے۔ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں میں نے سنا رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے: خالطت صدقة مالا الا اهلكته "جس مال میں صدقہ مل جائے وہ اسے برباد کر دیتا ہے۔" (بخاری فی تاریخه)

زکوۃ پانچ چیزوں پر فرض ہے:

(1) سائمة بهيمة الانعام "چرنے والے جانور" (2) الخارج من الارض "جو غلہ زمین سے پیدا ہو" (3) العسل "شہد" (4) والاثمان "سونا چاندی۔" (5) معادن اور رکاز۔ سائمہ سے مراد وہ جانور ہیں جو چرنے والے ہوں۔

(۱) الحنابلہ: امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک جو سال کا اکثر حصہ چرتے رہیں۔

(۲) الشافعیہ: امام الشافعیؒ کے نزدیک جو پورا سال چرتے رہیں۔

(۳) احناف: احناف کے نزدیک جو جانور نصف سال یا نصف سے زیادہ چریں

(۴) مالکیہ: امام مالکؒ کے نزدیک سائمہ اور معلوفہ کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔

نوٹ: اہل حدیث کا مسلک اس میں احناف والا ہے۔

نصاب زکوۃ:

اونٹ: ایک اونٹ سے لے کر چار اونٹوں پر کوئی زکوۃ نہیں ہے۔ سیدنا ابوسعید خدریؓ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ليس فيما دون خمس ذود صدقة۔ (بخاری)

پانچ اونٹوں سے کم پر زکوۃ نہیں اور پانچ سے لے کر چوبیس تک ہر پانچ اونٹوں میں ایک بکری زکوۃ ہے اور پچیس سے لے کر پینتیس تک اس میں ایک بنت مخاض (ایک سال کی اونٹنی) دینا پڑے گی۔ چھتیس سے لے کر پینتالیس تک ایک بنت لبون (دوسال کی اونٹنی) دینی پڑے گی۔ چھیالیس سے لے کر ساٹھ تک ایک حقہ (تین سال کی اونٹنی) دینا پڑے گی اکسٹھ سے لے کر پچھتر تک ایک جذعہ (چار سال کی اونٹنی) دینا پڑے گی پچھتر سے لے کر نوے تک دو بنت لبون دو برس کی دو اونٹنیاں ہیں۔ اکانوے سے 120 تک دو حقے (تین برس کی دو اونٹنیاں ہیں) 120 سے زائد پر ہر چالیس اونٹوں پر دو برس کی ایک اونٹنی اور ہر پچاس پر تین سال کی ایک اونٹنی ادا کرنی چاہیے۔ (بخاری)

بکریوں کی زکوۃ:

(1) چالیس بکریوں سے کم بکریوں پر کوئی زکوۃ نہیں ہے۔

(2) چالیس سے لے کر ایک سو بیس تک ایک بکری دی جائے گی۔

(3) 121 سے لے کر 300 تک دو بکریاں دی جائیں گی۔

(4) تین سو سے زائد ہوں تو ہر سو پر ایک بکری دی جائے گی۔

نوٹ: بھیڑوں اور بکریوں کا نصاب ایک ہی ہے۔

گائیوں کی زکوۃ:

(1) تیس سے کم پر زکوۃ نہیں ہے۔

(2) تیس گائیوں پر ایک سال کا بچھڑا یا بچھڑی زکوۃ ہے۔

(3) چالیس پر دو سال کا بچھڑا یا بچھڑی زکوۃ ہے۔

سیدنا عبداللہ بن مسعود سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: فى ثلاثين من البقر تبيع او تبيعة فى كل اربعين مسنة "تیس گائیوں پر ایک بچھڑا یا بچھڑی (جو عمر میں دو سال کی ہوں) زکوۃ ہے اگر 80 سے زیادہ ہو جائیں تو ہر تیس کے اضافے پر ایک سال کا بچھڑا یا بچھڑی زکوۃ ہے اور ہر چالیس کے اضافے پر دو سال کا بچھڑا یا بچھڑی زکوۃ دی جائے۔ (ترمذی)

نوٹ: بھینس زکوۃ میں گائے کے اندر شامل ہوگی۔

غلہ اور پھل:

زمین کی پیداوار میں گندم، جو، کھجور اور کشمش پر زکوۃ ہے۔ سیدنا ابوموسیٰ اور معاذؓ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ان دونوں کو حکم دیا تھا: لاتاخذوا فى الصدقة الا من هذه الاصناف الاربعة الشعير والحنطة والزبيب والتمر یہ حدیث حسن ہے۔

(طبرانی، حاکم)

زمین کی پیداوار کا نصاب:

زمین کی پیداوار کا نصاب زکوۃ پانچ وسق 25 کلو تقریباً 20 کلو ہے۔ سیدنا ابو سعیدؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لیس فیما دون خمسة اوساق تمر ولا حب صدقة (متفق علیہ)

نوٹ:

اگر زمین قدرتی ذرائع سے سیراب ہو تو اس میں زکوۃ کا دسواں حصہ ہے اگر مصنوعی ذرائع سے سیراب ہوتی ہے تو زکوۃ کا بیسواں حصہ ہے۔ فیما سقت السماء العیون او کان عثریا العشر وما سقی بالنضح نصف العشر ”جو زمین کو بارش یا چشمہ کے ذریعہ سے یا خود بخود نیچے سے پانی کو حاصل کرتی ہو اس سے دسواں حصہ ہے جو کنویں کے ذریعے پلائی جائے اس سے بیسواں حصہ ہے۔ (بخاری)

سبزیوں پر زکوۃ نہیں:

لیکن احناف کے نزدیک سبزیوں پر بھی زکوۃ ہے اور اور اگر کماد ابھی گڑ بنانے کے قابل نہ تو اس پر بھی زکوۃ نہیں اگر قابل ہو تو زکوۃ ہے۔

(فتاویٰ اہل حدیث)

العسل، شهد:

شہد کا نصاب دس مشکیں ہیں جن کا وزن تقریباً (10 من 21 کلو اس میں ایک مشک شہد زکوۃ دینا ہوگی (1 من 1 کلو) سوا چھٹانک ہے۔ عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں: اخذ من العسل العشر ”آپ ﷺ نے شہد سے دسواں حصہ لیا۔“

سونا چاندی اور معادن اور رکاز

سونے کا نصاب:

سونے کا نصاب ساڑھے سات تولے یا 87 گرام ہے اس سے کم پر کوئی زکوۃ نہیں۔ سیدنا ابن عمرؓ اور سیدہ عائشہؓ سے مروی ہے: ان النبی ﷺ کان یاخذ من کل عشرین دینارا فصاعدا نصف دینار ومن الاربعین دینارا ”ہر بیس دینار یا اس سے زیادہ پر نصف دینار ہے یعنی چالیسواں حصہ زکوۃ ہے۔ (ابن ماجہ)

نوٹ: بیس دینار کا وزن ساڑھے سات تولے ہے۔

چاندی کا نصاب:

چاندی کا نصاب ساڑھے باون تولے یا 612 گرام ہے، اس سے کم پر کوئی زکوۃ نہیں ہے۔

زیورات پر زکوۃ: اس میں علماء کا اختلاف ہے۔

امام مالک رحمہ اللہ: کے نزدیک روز مرہ کے استعمال ہونے والے زیورات میں زکوۃ واجب ہے اور اس کی قیمت پر زکوۃ واجب نہیں ہے اس کے علاوہ تمام اقسام میں واجب ہے۔

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ: زیورات میں زکوۃ واجب ہے اور زکوۃ ادا کرنے میں وزن کا شمار ہوگا قیمت کا نہیں۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ: ایسے زیورات جس کو روز مرہ استعمال کیا جاتا ہے ان میں زکوۃ نہیں جو قلیل الاستعمال ہے ان میں وزن کے لحاظ سے زکوۃ ادا کی جائے گی۔

امام الشافعی رحمہ اللہ: زیورات میں زکوۃ واجب نہیں اگر وہ روز مرہ کے استعمال کے لئے ہو باقی پر واجب ہے۔

محدث روپڑی رحمہ اللہ:

محدث فرماتے ہیں زیور کی زکوۃ کی فرضیت کے متعلق جو حدیثیں آئی ہیں ان میں کچھ کلام ہے اس لئے زیور میں زکوۃ فرض نہیں کی جاسکتی البتہ احتیاط دینے میں ہے تاکہ شک وشبہ نہ رہے جو زیور اکثر رکھا جاتا اور کبھی کبھار پہنا جاتا ہے وہ خزانہ کا حکم رکھتا ہے اس لئے اس کی زکوۃ دینا ضروری ہے جو زیور زیادہ استعمال ہوتا ہو اور استعمال کرنے اور نہ کرنے کا وقت برابر ہو تو اس میں زکوۃ فرض نہیں کی جاسکتی۔

[فتاویٰ اہلحدیث ج2 ص190]

معادن، رکاز اور دفن شدہ خزانہ:

کان اور دفن شدہ خزانے میں بیس فیصد زکوۃ ہے صحیح البخاری کی حدیث ہے: وفی الرکاز خمس ”مدفون خزانہ میں پانچواں حصہ ہے یعنی 20 فیصد۔

معادن کی تین اقسام

(1) جامد جس کو آگ میں پگھلایا جائے جیسے سونا چاندی وغیرہ۔

(2) وہ جامد جس کو آگ سے پگھلایا نہیں جاتا جیسے سرمہ اور جواہرات۔

(3) مائع جیسے پیٹرول اور تارکول وغیرہ۔ نیز تجارت کے مال پر زکوۃ فرض ہے اور اس کا نصاب نقدی کی شرح ہے۔ (40فیصد) جیسا کہ دار قطنی اور بیہقی وغیرہ میں روایات ہیں جس کا ماحاصل یہ ہے مال تجارت پر زکوۃ ہے۔

وہ اشیاء جن پر زکوۃ نہیں:

(۱) ذاتی استعمال کی اشیاء پر زکوۃ نہیں۔ جیسا کہ سیدنا ابوہریرہؓ سے مروی ہے: **لیس علی المسلم فرسه وغلامه صدقة.** (بخاری)

(2) کھیتی باڑی کرنے والے جانور اور اوزار پر کوئی زکوۃ نہیں: **لیس علی العوامل صدقة**)) (ابن خزیمہ)

(3) سبزیوں میں زکوۃ نہیں: **لیس فی الخضروات صدقة** (دار قطنی)

(1) **احناف**: احناف کے نزدیک سبزیوں میں زکوۃ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ **واتوا حقه یوم حصاده.**

(2) امام مالک رحمہ اللہ وشافعی واحمد بن حنبل رحمہ اللہ:

ان کے نزدیک سبزیوں میں زکوۃ نہیں ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے معاذ بن جبلؓ کو یمن کی طرف کرتے وقت حکم دیا تھا: **لاتاخذ وا الصدقة الا من هذه الا اربعة الحنطة والشعیر والتمر والزبیب** (دار قطنی)

(3) محدث روپڑی رحمہ اللہ:

محدث روپڑی بھی فرماتے ہیں: سبزیوں میں زکوۃ نہیں ہے۔

[فتاویٰ اہلحدیث ج2 ص193]

مصارف زکوۃ: مصارف زکوۃ آٹھ ہیں۔

(1) فقراء (2) مساکین (3) عاملین (زکوۃ جمع کرانے والے) (4) وہ لوگ جن کے دل اسلام کی طرف مائل ہوں یا اسلام میں نئے داخل ہوئے ہوں ان کی تالیف قلب مقصود ہو (5) غلاموں کو آزاد کرنے کے لیے آج کل چونکہ غلام نہیں اب قیدی وغیرہ چھڑانے پر زکوۃ خرچ ہوسکتی ہے (6) قرض اتارنے کے لئے (7) اللہ کے راستے میں (8) مسافر کے لیے

ارشاد باری تعالیٰ ہے: **إِنَّمَا الصَّدَقَٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسَٰكِينِ وَالْعَٰمِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَٰرِمِينَ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ وَابْنِ السَّبِيلِ ۖ فَرِيضَةً مِّنَ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ۝** (التوبہ:60)

زکوۃ کے فوائد اور ثمرات:

زکوۃ ادا کرنے کے مختلف فوائد ہیں ان میں سے بعض فوائد انفرادی اور بعض فوائد اجتماعی ہیں۔

انفرادی فوائد:

(1) مال پاک ہوجاتا ہے زکوۃ ادا کرنے سے مال پاک ہوجاتا ہے اس کے بعد وہ اطمینان دل سے اپنے مال کو اپنی مرضی سے جائز مقامات پر خرچ کرسکتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: **من ادرك زكاة ماله فقد ذهب عنه شره.** (طبرانی)

(2) تزکیہ نفس:

زکوۃ ادا کرنے سے انسان کا تزکیہ نفس ہوتا ہے جس وقت انسان اپنی خوشی سے اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے انسان اپنے ہاتھ سے مال زکوۃ نکالتا ہے تو اس سے مال کی محبت انسانی دل میں کم ہوجاتی ہے بخل اور کنجوسی کا جذبہ مغلوب ہوجاتا اور اللہ تعالیٰ سے تعلق استوار ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: **خذ من اموالهم صدقة تطهرهم وتزكيهم بها.**

(3) اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل ہوتی ہے: **الذین یقیمون الصلوة ومما رزقنهم ینفقون اولئك هم المؤمنون حقا لهم درجات عند ربهم ومغفرة ورزق كريم** (الانفال) یہاں مال عام ہے، مال میں اضافہ ہوتا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: **يمحق الله الربوا ويربي الصدقات** (البقرہ)

اجتماعی فوائد:

۱..... دولت گردش کرتی ہے کسی قوم کی ترقی کے لئے یہ ضروری ہے کہ دولت مالداروں کے پاس منجمد ہو کر نہ رہے بلکہ لوگوں میں گردش کرے۔

روزہ کا اسلام میں اصلاحی کردار

عبدالرشید عراقی

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے (۱) اس بات کی گواہی دینا اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ کے رسول ہیں (۲) نماز قائم کرنا (۳) زکوۃ ادا کرنا (۴) حج کرنا (۵) رمضان کے روزے رکھنا۔

(صحیح بخاری کتاب الایمان)

روزے صرف امت محمدیہ پر ہی نہیں فرض کیے گئے بلکہ پہلی امتوں پر بھی روزے فرض تھے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ﴿١٨٣﴾ ''اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کیے گئے ہیں جیسا کہ سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے تاکہ تم متقی بن جاؤ۔''

(البقرۃ:183)

یہ آیت کریمہ اس بات کی نشاندہی کر رہی ہے کہ روزہ رکھنے میں انسان کے لیے دنیا و آخرت کی ہر بھلائی موجود ہے، اس لیے کہ آدمی جب اللہ کے لیے کھانے پینے اور مباشرت سے رُک جاتا ہے اور اپنے آپ کو اللہ کی بندگی میں مشغول کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے تقویٰ و پرہیزگاری کی راہ پر ڈال دیتا ہے۔

روزے کا اصل مقصد تقویٰ کا حصول ہے۔ فرمان الٰہی ہے: لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ''روزے کے ذریعے تم پرہیزگار بن جاؤ۔'' شریعت اسلامیہ کے جتنے بھی احکام ہیں ان سب کا ایک ہی مقصد ہے۔ نماز میں اصل چیز عبودیت الٰہی، انکسار و عاجزی، خشوع و خضوع، اللہ کی رضا کو حاصل کرنا، اور منکرات و فواحش اور رذائل و خبائث سے احتساب و تحفظ ہے۔ حج کا مقصد دعوت اسلامی کی نشاۃ اولیٰ کی یادگار، اسوۂ ابراہیمی کی تجدید، مرکز توحید پر تمام دنیا کے اہل اسلام کا اجتماع اور اسلامی اخوت و اتحاد کا قیام ہے۔

زکوۃ کا مقصد یہ بیان کیا گیا ہے کہ دولت سب میں پہلے کسی ایک گروہ ہی کی ٹھیکہ داری نہ بن جائے۔ جیسا کہ فرمان الٰہی ہے: وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَبَشِّرْهُم بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ﴿٣٤﴾ ''جو لوگ سونا چاندی کو خزانہ بنا کر رکھتے ہیں اور اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے، ان کے لیے اگر کوئی بشارت ہو سکتی ہے تو یہی ہے کہ انھیں دردناک عذاب کی بشارت دے دو۔'' (التوبۃ:34)

روزے کا مقصد بیان کرتے ہوئے حافظ ابن قیم لکھتے ہیں: نفس انسانی خواہشات اور عادتوں کے شکنجے سے آزاد ہو سکے، اس کی شہوانی قوتوں میں اعتدال اور توازن پیدا ہو، اس کے ذریعے وہ سعادت ابدی کے گوہر مقصود تک رسائی حاصل کر سکے اور حیات ابدی کے حصول کے لیے اپنے نفس کا تزکیہ کر سکے۔ بھوک اور پیاس سے اس کی ہوس کی تیزی اور شہوت کی حدت میں تخفیف پیدا ہو۔ یہ بات یاد آئے کہ کتنے مسکین اور محتاج ہیں جو رات کو بھوکے سو جاتے ہیں لیکن اسے احساس بھی نہیں ہوتا، وہ شیطان کے راستوں کو اس پر تنگ کر دے اور اعضاء و جوارح کو ان چیزوں کی طرف مائل ہونے سے روک دے جن میں دنیا و آخرت دونوں کا نقصان ہے۔ اس لحاظ سے یہ اہل تقویٰ کی لگام مجاہدین کی ڈھال اور ابرار و متقین کی ریاضت ہے۔ [زاد المعاد 1/152]

مولانا ابو الکلام آزاد فرماتے ہیں: روزہ وہ ہے جو پرہیزگاری کا سبق دے، روزہ وہ ہے جو ہمارے اندر تقویٰ اور طہارت پیدا کرے، روزہ وہ ہے جو ہمیں صبر و تحمل کا عادی بنائے، روزہ وہ ہے جو ہماری نفسی

خواہشوں کے اندر اعتدال پیدا کرے، روزہ وہ ہے جس سے ہمارے اندر نیکیوں کا جوش، صداقتوں کا جذبہ اور برائیوں سے اجتناب کی قوت پیدا ہو، یہی چیز روزہ کا اصل مقصد ہے۔ (ارکان اسلام ص 284-285)

اسلام نے روزے کا جو نقشہ بیان کیا ہے وہ قوانین و مقاصد کے لحاظ سے مکمل ہے اور شریعت اسلامی نے روزے کی ہیت اور ظاہری شکل پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اس کی حقیقت اور اس کی روح کی طرف بھی پوری توجہ دی ہے۔ اس نے نہ صرف کھانے پینے اور جنسی تعلقات ہی کو حرام نہیں کیا بلکہ ہر وہ چیز جو روزے کے مقاصد کے منافی اور اس کی حکمتوں اور روحانی واخلاقی فوائد کے لیے مضر ہے کو حرام اور ممنوع قرار دیا ہے۔

تقویٰ انسان کے اخلاق و کردار کو سنوارنے میں کلیدی کردار ادا کرتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: "اے نوجوانو! تم میں سے جو شادی کی استطاعت رکھے تو وہ شادی کرے اور جسے استطاعت نہ ہو تو وہ روزہ رکھے کیونکہ یہ انسان کی نفسانی خواہشات کو توڑ دیتا ہے۔"

(صحیح بخاری)

نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ اللہ رب العزت فرماتے ہیں: ابن آدم کا ہر عمل اس کے لیے ہے سوائے روزے کے، روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا اور روزہ (گناہ اور جہنم کی آگ سے) ڈھال ہے لہٰذا تم میں سے جس کا روزہ ہو وہ فحش گوئی اور بے ہودہ کلام نہ کرے اور اگر کوئی دوسرا اس سے گالی گلوچ کرے یا لڑائی کرے تو روزہ دار کو (صرف اتنا) کہنا چاہیے: میں روزے دار ہوں، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے! روزے دار کے منہ کی بو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کو مشک کی خوشبو سے بھی زیادہ پسندیدہ ہوگی۔ روزے دار کے لیے دو خوشیاں ہیں ایک جب وہ روزہ افطار کرتا ہے تو خوش ہوتا ہے، دوسری جب وہ اپنے رب سے ملے گا تو اپنے روزے کا ثواب پا کر خوش ہوگا۔

(صحیح بخاری: 1904)

رسول اللہ ﷺ کا یہ بھی ارشاد ہے: "جس نے جھوٹ بولنا اور اس پر عمل کرنا نہ چھوڑا تو اللہ تعالیٰ کو اس کی کوئی حاجت نہیں کہ وہ اپنا کھانا پینا چھوڑ دے۔" (صحیح بخاری)

ایسا روزہ جو تقویٰ کی روح سے خالی ہو وہ ایک ایسی صورت ہے جس کی کوئی حقیقت ہی نہیں اور ایسا جسم ہے جس کی روح نہیں۔ اسلام نے جس طرح دوسرے تمام فرائض و عبادات اور مناسک میں اپنا اصلاحی کردار ادا کیا ہے اسی طرح اس نے روزے کے مفہوم، آداب و احکام اور اس کی شکل اور طریقہ کار میں بھی اپنا اصلاحی وانقلابی کردار ادا کیا ہے اور اس بات نے روزے کو آسان و خوشگوار، فطرت سلیم سے بہت قریب متعدد روحانی واجتماعی فوائد کا حامل اور معاشرے پر پوری طرح اثر انداز بنا دیا ہے۔

شریعت اسلامیہ نے روزے کو نفس کو ایذا پہنچانے اور تکلیف میں مبتلا کرنے کا ذریعہ نہیں بنایا اور نہ ہی اس کو اللہ تعالیٰ کا عذاب قرار دیا ہے اور نہ ہی اس کے احکام اور قوانین ایسے خشک اور ظالمانہ بنائے۔ اس کا قطعی نتیجہ نفس کی ایذا رسانی کی شکل میں ظاہر ہوتا اور اس پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ پڑ جاتا بلکہ اس نے سحری کھانا سنت قرار دیا اور تاخیر کے ساتھ کھانے کو مستحب کہا اور ہدایت کی کہ فجر پھوٹنے تک کھاتے رہو اور افطار میں عجلت کا حکم دیا اور رات و دن میں سونے اور آرام کرنے کی اجازت دی ہے۔

کاروبار، تجارت اور جائز کاموں میں انہماک و مصروفیت کو بھی یہودی مذہب کے برعکس جائز رکھا ہے جس میں روزے کی حالت میں کام کرنا ممنوع ہے اور مکمل طور پر خلوت و عبادات لازمی ہے جبکہ اسلام نے یہ اعلان کیا ہے: فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ "تم میں سے جو شخص بیمار ہو یا سفر میں ہو، اس پر دوسرے دنوں کا شمار رکھنا لازم ہے" (البقرہ: 184) اور یہ بھی فرمایا: وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِينٍ "جو لوگ اسے مشکل سے برداشت نہ کر سکیں ان کے ذمہ ایک مسکین کا کھانا ہے۔" (البقرہ: 184)

اللہ تعالیٰ ہمیں رمضان المبارک کی بابرکت ساعتوں میں اپنے گناہوں کی بخشش طلب کرنے اور حصول جنت کے لیے اس کے ہر لمحہ کو قیمتی سمجھ کر اپنے حضور سجدہ ریز ہونے کی توفیق بخشے۔ آمین

اعتکاف وصدقۃ الفطر کے مسائل

حافظ عبدالوہاب روپڑی

اعتکاف:

اعتکاف کا لغوی معنی بند رہنا اندر کے رہنا اور کسی چیز کو لازم پکڑ لینا ہے۔ (القاموس المحیط: 755)

شرعی تعریف:

ایک خاص کیفیت سے کسی شخص کا خود کو (اللہ کی عبادت کے لیے) مسجد میں روک لینے کا نام اعتکاف ہے (سبل السلام ج 2 ص 909)

رسول اللہ ﷺ نے آخری عشرے میں ہمیشہ اعتکاف کیا جیسا کہ حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں رسول اللہ ﷺ نے رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف کیا کرتے تھے اور آپ ﷺ کے دنیا سے رخصت ہونے کے بعد آپ کی بیویاں اعتکاف کرتی تھیں۔ (بخاری کتاب الاعتکاف باب الاعتکاف فی عشر الاواخر رقم الحدیث: 2026)

اعتکاف کی اہمیت وفضیلت کا اندازہ اسی بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ رمضان المبارک کے آخری عشرے میں کثرت سے عبادت کی سب سے افضل شکل اعتکاف ہے۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ ہر رمضان میں دس دن اعتکاف بیٹھتے تھے جس سال آپ دنیا سے رخصت ہوئے تو آپ ﷺ نے بیس دن اعتکاف کیا۔ (بخاری باب الاعتکاف فی عشر الاواخر رقم الحدیث: 2044)

اعتکاف کا حکم

مسنون:

انسان اللہ تعالیٰ کے تقرب کے لیے رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف کرے۔ (مغنی ابن قدامہ ج 4 ص 456)

امام ابن منذر نے اس پر اجماع نقل کیا ہے کہ اعتکاف رمضان کے علاوہ دوسرے ایام میں بھی ہوسکتا ہے۔ جیسا کہ سیدنا فاروق اعظمؓ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی کہ میں نے دور جاہلیت میں مسجد حرام میں ایک رات اعتکاف کرنے کی نذر مانی تھی تو آپ ﷺ نے فرمایا: تو اسے پورا کرو۔ (بخاری کتاب الاعتکاف باب الاعتکاف رقم الحدیث: 2032)

اعتکاف کی شروط:

فقہاء نے اعتکاف کی پانچ شرائط بیان کی ہیں:

(1) اسلام (2) نیکی اور بدی میں تمیز کرنے والا ہو (3) جنابت حیض اور نفاس سے پاک ہو (4) کافر کا اعتکاف نہیں (5) چھوٹا بچہ جو نیکی اور بدی میں تمیز نہیں کرسکتا اس کا اعتکاف صحیح نہیں۔ (فقہ السنۃ ج 1 ص 54)

ارکان: (1) مسجد میں اعتکاف کرنا (2) اللہ کے قرب کی نیت ہو۔

معتکف کے لیے مستحب امور:

(1) نوافل کا کثرت سے ادا کرنا (2) عبادت میں اپنے آپ کو مشغول رکھنا (3) قرآن مجید کی تلاوت کرنا (4) اللہ کی حمد وثناء بیان کرنا (5) استغفار کرنا (6) آپ ﷺ پر درود پڑھنا (7) اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا (8) کتب احادیث تفسیر اور فقہ کا مطالعہ کرنا (9) مسجد کے اندر خیمہ لگا کر ٹھہرنا۔

(فقہ السنۃ: 544)

مکروہ امور: (1) فضول لغو اور لایعنی تمام امور کا ارتکاب کرنا (2) اچھی کلام سے رک جانا (3) سائے میں نہ بیٹھنا۔

معتکف کے لیے جائز امور:

(1) کسی ضروری حاجت کے لیے مسجد سے نکلنا (2) کنگھی کرنا (3) سر

منڈوانا (4) ناخن کاٹنا (5) زیرِ ناف اور بغلوں کے بال اتارنا (6) اچھے کپڑے پہننا (7) خوشبو لگانا (8) غسل کرنا (9) قضائے حاجت کے لیے نکلنا (10) مسجد میں سونا اور کھانا پینا۔ (فقہ السنۃ ج 1 ص 47-546)

نوٹ:

معتکف بوقتِ ضرورت موبائل فون سن سکتا ہے لیکن اس کے کثرتِ استعمال سے اجتناب کرنا چاہیے اسی طرح معتکف خرید و فروخت سے بھی اجتناب کرے۔

اعتکاف کو باطل کرنے والے امور:

(1) مسجد سے جان بوجھ کر بغیر کسی ضرورت کے نکلنا (2) مرتد ہو جانا (3) عقل کا زائل ہو جانا (وہ نشہ کی بناء پر یا جنون کی بناء پر) (4) حیض اور نفاس کا آنا (5) جماع کرنا (6) اگر اعتکاف کرنے والا کسی کبیرہ گناہ کا ارتکاب کرے تو اس کا اعتکاف باطل ہو جائے گا (7) عورت اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر اعتکاف نہ کرے اور نہ ہی کوئی غلام اپنے مالک کی اجازت کے بغیر اعتکاف کرے کیونکہ ان دونوں کا بلا اجازت اعتکاف کرنا اعتکاف کو باطل کر دے گا۔

سیدہ عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں: معتکف کے لیے سنت یہ ہے کہ وہ دورانِ اعتکاف مریض کی عیادت کے لیے نہ جائے نہ جنازے کے لیے مسجد سے نکلے اور نہ ہی شہوت کے ساتھ بیوی کو چھوئے اور نہ ہی ایسے کسی کام کے لیے نکلے جس کے بغیر چارہ نہ ہو۔ (ابوداود: 2473)

نوٹ:

رسول اللہ ﷺ جب اعتکاف کا ارادہ فرماتے تو مسجد میں رات کے اول حصہ یعنی نماز مغرب کے بعد داخل ہوتے اور اپنے خیمے میں صبح کی نماز ادا کر کے داخل ہو جاتے۔ (فقہ السنۃ ج 1 ص 543)

عورتوں کا اعتکاف کرنا:

مردوں کی طرح عورتیں بھی اعتکاف کر سکتی ہیں لیکن ان کو بھی چاہیے کہ وہ مسجد ہی میں اعتکاف کریں۔ اگرچہ بعض فقہاء نے خواتین کو گھر میں اعتکاف کرنے کی اجازت دی ہے لیکن افضل اور راجح عمل یہی ہے کہ عورتیں مسجد میں اعتکاف کریں کیونکہ قرآن مجید میں مسجد میں اعتکاف کرنے کا ذکر ہے جبکہ خیر القرون میں کسی بھی عورت کا گھر میں اعتکاف کرنا ثابت نہیں۔

استحاضہ والی عورت کا اعتکاف:

استحاضہ میں مبتلا خواتین اعتکاف کر سکتی ہیں۔ سیدہ عائشہؓ بیان فرماتی ہیں: اُم المومنین اُم سلمہؓ استحاضہ تھیں تو انھوں نے اس حال میں اعتکاف کیا۔ وہ سرخی اور زردی (استحاضہ کا خون) دیکھتی تھیں اکثر ہم کوئی برتن ان کے نیچے رکھ دیتے اور وہ نماز پڑھتی رہتیں۔

[باب اعتکاف المستحاضۃ: 2037]

اعتکاف کے دوران فرائض پر ہمیشگی کے ساتھ ساتھ نفلی عبادات بھی کثرت سے کریں۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: جو شخص نوافل سے میرا تقرب حاصل کرتا ہے میں اس سے محبت کرتا ہوں، جب میں اس سے محبت کر لیتا ہوں تو میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس کے ذریعے وہ سنتا ہے اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں جس کے ذریعے وہ پکڑتا ہے اس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس کے ذریعے چلتا ہے اگر وہ مجھ سے سوال کرے تو میں اسے ضرور عطا کرتا ہوں اور اگر مجھ سے پناہ طلب کرے تو میں اسے پناہ دیتا ہوں۔ (بخاری: 6506)

لہٰذا اعتکاف کے دوران فرائض کی ادائیگی کے ساتھ خاص طور پر نفل نماز کا بھی اہتمام کرنا چاہیے تاکہ انسان اللہ کا قرب حاصل کر سکے۔

صدقۃ الفطر

صدقۃ الفطر رسول اللہ ﷺ نے ہر مسلمان چھوٹے بڑے مرد، عورت، غلام اور آزاد پر واجب فرمایا ہے۔ سیدنا عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے صدقۃ الفطر سے کھجور یا جو کا ایک صاع ہر آزاد، مرد اور عورت پر مسلمانوں کے چھوٹے اور بڑے فرد پر فرض فرمایا ہے اور آپ ﷺ نے حکم دیا ہے کہ صدقۃ الفطر نماز عید (عیدگاہ) کی طرف جانے سے پہلے ادا کیا جائے۔ (بخاری رقم الحدیث: 1503)

صدقہ الفطر کی حکمت:

رسول اللہ ﷺ نے اس کی حکمت بیان کرتے ہوئے فرمایا: یہ روزوں کو پاک کرنے والا اور فقراء ومحتاجوں کے لیے کھانا ہے۔ سیدنا عبداللہ بن عباسؓ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے صدقۃ الفطر فرض فرمایا اور اسے روزوں کی پاکیزگی کا سبب قرار دیا اور مساکین کے لیے اناج بتلایا ہے۔ (ابن ماجہ باب صدقہ الفطر رقم الحدیث: 1827)

صدقہ الفطر کی مقدار:

صدقۃ الفطر کی مقدار موجودہ دور میں تقریباً ڈھائی کلو ہے، اگر انسان چاہے تو اس کی قیمت بھی بطور صدقۃ الفطر دے سکتا ہے جو کہ موجودہ حالات میں 125 روپے فی کس بنتی ہے۔

صدقہ الفطر ادا کرنے کے فوائد:

صدقۃ الفطر ادا کرنے کے مختلف فوائد ہیں ان میں سے ایک فائدہ اہل ثروت اور مساکین کا مشترکہ ہے (جس طرح روزے رکھنے کا حق ہے احتیاط کے باوجود بھی انسان اس کو کما حقہ ادا نہیں کرسکتا۔ اللہ تعالیٰ صدقۃ الفطر ادا کرنے سے روزوں میں ہونے والی کمی اور کوتاہی کو اپنی رحمت سے دور فرما دیتے ہیں۔ اگر کوئی غریب اور محتاج صدقۃ الفطر ادا کرے تو اس کے لیے دو فائدے ہیں: (1) صدقۃ الفطر کی بناء پر اللہ تعالیٰ اس کے روزے میں ہونے والی کمی کو دور کرتے ہیں (2) جتنا وہ ادا کرے اللہ اپنی رحمت سے دوگنا اسے واپس لوٹا دیتے ہیں اور اگر صدقۃ الفطر ادا نہ کیا تو اس کے روزے زمین اور آسمان کے درمیان معلق رہتے ہیں۔

صدقہ الفطر کے واجب ہونے کا وقت:

اس بات پر تمام فقہاء کا اتفاق ہے کہ صدقۃ الفطر رمضان کے آخری ایام میں واجب ہوتا ہے حتیٰ کہ جو بچہ نماز عید سے پہلے پیدا ہو تو اس کا صدقۃ الفطر ادا کرنا چاہیے کیونکہ نماز عید کے بعد ادا کیا گیا صدقۃ الفطر عند اللہ غیر مقبول ہوگا۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں جو شخص نماز عید سے پہلے صدقۃ الفطر ادا کرے وہ مقبول ہوگا اور جو شخص نماز عید کے بعد صدقۃ الفطر ادا کرے تو وہ عام صدقوں میں سے ہوگا۔ [ابوداود: 1609]

صدقہ الفطر کی مقدار: صدقۃ الفطر ہر اس جنس سے ادا کیا جاتا ہے جس کو انسان عام طور پر کثرت سے بطور خوراک استعمال کرتا ہے

صدقۃ الفطر کے مصارف:

جن لوگوں کو فرضی زکوٰۃ دی جاسکتی ہے ان کو صدقۃ الفطر بھی دیا جاسکتا ہے اور وہ آٹھ ہیں (1) فقراء (2) مساکین (3) عاملین (صدقۃ الفطر اکٹھے کرنے والے) (4) مؤلفۃ القلوب (5) قیدیوں کو آزاد کرانا (6) کسی کی طرف سے تاوان ادا کرنا (7) مسافر (8) فی سبیل اللہ۔ (التوبہ: 60)

بقیہ: ہم روزہ دار ہیں

ہمارے رویے اور ہمارے کردار میں معنوی تبدیلی نہیں آتی لہذا مسلم بننے سے پہلے ہمیں مسلم کی حقیقت سے آگاہ ہونا چاہیے ہمیں قرآن و حدیث اور سیرت وسنت رسول ﷺ کا مکمل علم حاصل کرکے اس علم کو ایمان میں بدلنا چاہیے اور پھر اس ایمان سے اپنی شخصیت کی نفسیاتی، ذہنی اور باطنی تشکیل وتعمیر کرنی چاہیے، تا کہ ہمارے اعمال میں تقویٰ، احسان، عدل اور رحمت وخدمت کے رویے اور قدریں جھلکنے لگیں۔ کلمہ طیبہ پڑھ کر مسلمان بننے والا انسان تو ایک فرشتہ خیر ہوتا ہے، اس کا پورا وجود مسلم ہو جاتا ہے، اس کے کان حق کی صدائیں سننے کے لیے وقف ہوجاتے ہیں۔

اس کی آنکھیں نور صداقت کا مشاہدہ کرنے لگتی ہیں، اس کے قلب سے فکر اسلامی کی کرنیں پھوٹنے لگتی ہیں، اس کی زبان حمد باری تعالیٰ کے نغموں سے شاد وآباد ہوجاتی ہے لیکن اگر کسی مسلمان میں اور کسی روزے دار میں بیان کردہ معنوی اور روحانی وقدسی صفات پیدا نہیں ہوتیں وہ مسلم بننے کے بعد بھی بدمزاج رہے، عدل کی راہوں سے دور رہے، انسانوں پر ظلم کرے اور زبان سے کلمات خبیثہ ادا کرے اور اس کی روح نور حق کے جلووں سے خالی رہے تو پھر ایسے انسان کو مسلم کہنا جائز نہیں۔ اس کی عبادت کا کوئی اعتبار نہیں اور نہ ہی اس کے صدقات، حج، زکوٰۃ، صلوۃ وصوم کی قدروقیمت کے حامل ہیں۔ □□□

مغفرت کے قرآنی راستے

محمد سلیمان شاکر

ہجرت:

ایمان کے بعد حکم ہوتا ہے:وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا جنھوں نے اللہ کی راہ میں ہجرت کی،ان کے لئے بھی مغفرت ہی بدلہ ہے۔ہجرت کا عام فہم مفہوم یہ ہے کہ اللہ کے دین کی خاطر ایسے علاقے کو چھوڑ دینا جہاں رہ کر احکام شریعت بجالانے ممکن نہ ہوں۔حضرت عمرو بن عبسہؓ نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا بہتر ہجرت کیا ہے؟تو آپ ﷺ نے فرمایا:بہتر ہجرت یہ ہے کہ اپنے رب کی ناپسند سے کنارہ کشی اختیار کرلو۔

(السنن الکبری للبیہقی:243/10،مسند احمد:385/4)

رضائے الٰہی کے حصول کی خاطر اپنا گھر،وطن،عزیز و اقارب،کاروبار اور مال و دولت لٹا کر خاندان سے دوری اور سفر کی صعوبتیں اٹھانا ہی اہل اللہ کی پہچان ہے۔قرآن مجید نے قریباً 13 مقامات پہ ہجرت کا تذکرہ کیا ہے۔رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:جو اپنے دین کی حفاظت اور آئین الٰہی کی خاطر ہجرت کرے(یہ سفر چاہے ایک بالشت ہی کیوں نہ ہو)وہ جنت میں میرا رفیق ہوگا۔

ہجرت رسول معظم ﷺ:

ہجرت رسول معظم ﷺ محض عرب کی سنگلاخ وادیوں کے سفر کا ہی نام نہیں بلکہ یہ امت کے افتخار و سربلندی کی دلیل بھی ہے۔رات کی تاریکی میں مکہ سے نکلنے والا یہ چھوٹا سا کاروان رسالت مآب ﷺ بظاہر یثرب کی جانب رواں دواں تھا۔مگر اس کے آثار و برکات کا عالم ہے کہ آج پوری انسانیت شرک و ضلالت کے گھٹا ٹوپ اندھیروں سے نور توحید کی جانب گامزن ہے۔سرزمین یثرب کو جب رسول عربی ﷺ نے قدم بوسی کا شرف بخشا تو وہ فیوض و برکات سے جگمگا اٹھی،کل کے یثرب کو مدینہ منورہ کے لقب سے ملقب کر دیا گیا۔

معاشرتی و مذہبی اقدار سے ناآشنا لوگوں میں انفرادی و اجتماعی اخلاق جلیلہ کی ایسی روح پھونکی کہ وہ ایک مثالی معاشرے کی زینت بن گئے۔ہجرت ایک ایسا عمل ہے جو تقویت دین اور اعلائے کلمۃ اللہ کے ساتھ تبلیغ کا ایک خاموش ذریعہ بھی ہے۔جس کی وجہ سے پہلی سلطنت اسلامیہ کا قیام عمل میں آیا اور اسی کی برکت سے حکم جہاد،تعمیر مساجد،پیغام اخوت اور مسلمانوں کی انفرادی و اجتماعی تربیت ممکن ہوئی،اللہ تعالیٰ نے انھی مہاجرین کے بارے ارشاد فرمایا ہے:لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ۔

جہاد:

تیسرا راستہ جہاد فی سبیل اللہ ہے جو ایمان کے بعد افضل ترین عمل ہے۔جہاد حصول محبت الٰہی کا سبب بھی ہے اور پروانہ مغفرت بھی۔اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ﴿۴﴾ ”بیشک اللہ ان لوگوں سے محبت کرتے ہیں جو اس کی راہ میں صف بستہ ہو کر جہاد کرتے ہیں گویا وہ سیسہ پلائی دیوار ہوں“(الصف:4)

دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتے ہیں:اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ۙ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْفَاۗىِٕزُوْنَ﴿۲۰﴾ ”جو لوگ ایمان لائے،ہجرت کی،اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کیا وہ اللہ کے ہاں بلند مقام اور مراد پانے والے ہیں۔“(التوبہ:20)

فضیلت جہاد کا تذکرہ اتنی مرتبہ کیا گیا ہے اگر قرآن مجید کے تیس پاروں میں سے جہاد کی آیات کو یکجا کیا جائے تو کم و بیش آٹھ پارے

بن جاتے ہیں۔ قرآن پاک کے بعد میں نے کتب احادیث کی جانب نظر التفات کی تو محدثین کرام کی محبت جہاد نے مجھے ورطہ حیرت میں ڈال دیا۔ آپ یہ جان کر حیران ہوں گے کہ آئمہ ومحدثین نے کن ٹھوس بنیادوں پر جہاد سے محبت کا ثبوت پیش فرمایا۔ امیرالمومنین فی الحدیث امام محمد بن اسماعیل البخاریؒ نے اپنی صحیح البخاری میں جس کو قرآن پاک کے بعد کائنات کی صحیح ترین ہونے کا مقام حاصل ہے کتاب الجہاد کے تحت 241 ابواب قائم کرکے سینکڑوں احادیث بیان فرمائیں۔ مسلم میں امام نوویؒ نے 100 امام ابوداؤدؒ نے 176 امام ترمذیؒ نے 115 امام نسائیؒ نے 48 اور امام ابن ماجہؒ نے 46 ابواب کے تحت ہزاروں احادیث مبارکہ نقل فرمائیں۔

جہاد اسلام کی کوہان ہے، جہاد اسلام کا وقار ہے، جہاد کی تلواروں کے سائے میں جنت ہے، جہاد مومن کی پہچان ہے، جہاد اسلام کی آن ہے، جہاد دین حنیف کی شان اور جہاد ہی مسلمانوں کی عزت و آبرو اور درخشندہ مستقبل کی علامت ہے۔ صرف یہی نہیں بلکہ ایمان و ہجرت کے بعد مغفرت کی روشن راہ بھی یہی ہے۔

سیدنا ابوقتادہؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ صحابہ کرامؓ کے درمیان تشریف فرما تھے تو آپ ﷺ نے فرمایا: ایمان باللہ اور جہاد فی سبیل اللہ سب سے افضل ترین عمل ہیں۔ ایک شخص نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! اگر میں جہاد کے دوران شہید ہو جاؤں تو کیا میرے بھی گناہ معاف ہو جائیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں! تمہارے سارے گناہ معاف کردیے جائیں گے۔ (صحیح مسلم)

ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَالَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ آوَوا وَّنَصَرُوا أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا ۚ لَّهُم مَّغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ ''جو لوگ ایمان لائے اور اللہ کی راہ میں ہجرت و جہاد کیا اور جنھوں نے پناہ دے کر مدد پہنچائی یہی لوگ حقیقی مومن ہیں ان کے لیے مغفرت اور باعزت روزی ہے۔'' (الانفال:74)

خشیت الٰہی:

قرآن کریم کے ذکر کردہ راستوں میں ''اللہ کا ڈر'' بھی مغفرت کا حسین راستہ ہے جو نا صرف انسانی اقدار کی ترویج کا سبب بنتا ہے بلکہ اس عمل خیر سے دنیا آخرت سنور جاتی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتے ہیں: إِنَّ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُم بِالْغَيْبِ لَهُم مَّغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ كَبِيرٌ ''بیشک جو لوگ اپنے پروردگار سے غائبانہ طور پر ڈرتے ہیں ان کے لیے بخشش اور بڑا ثواب ہے۔'' (الملک:12)

(جاری ہے)

بقیہ: درس حدیث

شب قدر کے معلوم نہ ہونے کی حکمت:

شب قدر کو مجہول رکھا گیا ہے جیسا کہ سیدنا عبادہ بن صامتؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمیں شب قدر کی خبر دینے کے لیے تشریف لارہے تھے کہ دو مسلمان آپس میں جھگڑنے لگے، آپ ﷺ نے فرمایا: تمھیں شب قدر بتلانے کے لیے آیا تھا لیکن فلاں فلاں نے آپس میں جھگڑا کیا، اسی بنا پر اس ''شب قدر'' کا علم سے اٹھا لیا گیا اور مجھے اُمید ہے کہ تمھارے حق میں یہی بہتر ہوگا۔ (بخاری بشرح الکرمانی کتاب فضل لیلۃ القدر باب رفع معرفۃ لیلۃ القدر رقم الحدیث:2023)

سیدہ عائشہ صدیقہؓ نے نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا کہ اگر میں اس رات کو پالوں تو کیا پڑھوں؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اَللّٰهُمَّ إِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّي یا اللہ تو بہت معاف کرنے والا اور معاف کرنا تجھے بہت پسند ہے تو ہمیں معاف فرما دے۔ (ابن ماجہ کتاب الدعاء بالعفو ص634 رقم الحدیث:3850)

حقیقت میں اگر اہل اسلام لیلۃ القدر کی اہمیت پہچان لیں تو زندگیوں میں بہت بڑا انقلاب پیدا ہوسکتا ہے اور تمام جھگڑے ختم ہو سکتے ہیں کیونکہ باہمی تنازع کی وجہ سے شب قدر کا علم اٹھا لیا گیا تھا اس سے ثابت ہوا کہ اہل اسلام کا باہمی افتراق واختلاف اللہ تعالیٰ کی رحمتوں اور برکات کا اُٹھ جانے کا سبب ہے اور باہمی اُلفت ومحبت رحمت الٰہی کا ذریعہ اور حصول امن کا بہترین ذریعہ ہے۔

لیلۃ القدر، فضائل، مسائل اور اعمال

قاری محمد رشید

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے انتہائی پیار اور محبت کرنے والے ہیں۔ اس کی شفقت و مہربانی کے مختلف انداز اور طریقے ہیں۔ اُن میں سے ایک طریقہ یہ ہے کہ اس نے اپنے بندوں کو دنیا و آخرت کی ذلت و رسوائی سے بچانے اور دونوں جہانوں میں عزت و شرف سے نوازنے کے لیے کئی ایسے اسباب و ذرائع پیدا کر رکھے ہیں کہ جن کو بروئے کار لا کر بندہ اس کا محبوب و مقرب بن سکتا ہے۔ انھی ذرائع میں سے ایک اہم اور قیمتی ذریعہ ماہِ رمضان اور پھر اس رمضان میں بھی ایک ایسی عظیم رات ہے کہ جو سال بھر کی راتوں سے افضل و اعلیٰ ہے۔ اس رات کی فضیلت اور اس سے متعلق چند مسائل و اعمال حسب ذیل ہیں:

ارشاد باری تعالیٰ ہے: اِنَّآ اَنۡزَلۡنٰهُ فِيۡ لَيۡلَةِ الۡقَدۡرِ ۞ وَمَآ اَدۡرٰىكَ مَا لَيۡلَةُ الۡقَدۡرِ ۞ لَيۡلَةُ الۡقَدۡرِ ۙ خَيۡرٌ مِّنۡ اَلۡفِ شَهۡرٍ ۞ تَنَزَّلُ الۡمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوۡحُ فِيۡهَا بِاِذۡنِ رَبِّهِمۡ ۚ مِنۡ كُلِّ اَمۡرٍ ۞ سَلٰمٌ ۚ هِيَ حَتّٰى مَطۡلَعِ الۡفَجۡرِ ۞ ''ہم نے اس (قرآن) کو شب قدر میں نازل کیا ہے۔ اور تم کیا جانو کہ شب قدر کیا ہے؟ شب قدر ہزار مہینوں سے زیادہ بہتر ہے۔ فرشتے اور جبریلؑ اس میں اللہ کے حکم سے ہر حکم لے کر اترتے ہیں۔ وہ رات سراسر سلامتی ہے طلوع فجر تک۔'' (القدر: 1 تا 5)

قرآن مجید جیسی مقدس و بابرکت کتاب کو اسی رات نازل کیا گیا ہے۔ اس کا ہزار مہینوں سے بہتر ہونا، اس رات میں فرشتوں کا پیغامات الٰہی کو لے کر اُترنا اور پھر ساری رات کا سلامتی والا ہونا، اس رات کی اہمیت کو خوب اُجاگر کرتا ہے۔ قرآن میں ایک مقام پر اسی رات کے لیے مبارکہ کا لفظ بھی استعمال کیا گیا۔ فرمان خداوندی ہے: اِنَّآ اَنۡزَلۡنٰهُ فِيۡ لَيۡلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ ''بیشک ہم نے اسے (قرآن) ایک بڑی خیر و برکت والی رات میں نازل کیا ہے۔'' (الدخان: 3)

اس سے پتہ چلتا ہے کہ لیلۃ القدر کا نام لیلۃ مبارکہ بھی ہے۔ اس رات کی بڑی فضیلت ہے۔ صحابی رسول سیدنا ابو ہریرہؓ نبی اکرم ﷺ سے بیان فرماتے ہیں: جب رمضان کا مہینہ آیا تو نبی رحمت ﷺ نے فرمایا: ''لوگو! تم پر رمضان کا بابرکت مہینہ آ گیا ہے، اس کے روزے اللہ نے تم پر فرض کیے ہیں، اس میں جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں اور شیاطین کو جکڑ دیا جاتا ہے۔ اس میں ایک رات ایسی ہے جو ہزار مہینوں سے افضل ہے۔

(سنن نسائی: 2106)

اس رات کی فضیلت کے متعلق ہی ایک حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا: ''جس کسی نے قدر کی رات کا قیام، حالت ایمان اور نیک نیتی سے کیا تو اس کے گزشتہ گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔''

(صحیح بخاری: 2014)

لیلۃ القدر کے ہزار مہینوں سے بہتر ہونے کا مفہوم مندرجہ ذیل ہے:

امام مجاہدؒ فرماتے ہیں: اس رات کا نیک عمل، اس میں پڑھی گئی نماز اور اس کا روزہ ہزار مہینوں کے روزوں اور نمازوں سے افضل ہے۔

(تفسیر ابن کثیر ج 4 ص: 531 دار احیاء الکتب العربیۃ)

امام ابن جریر طبریؒ نے بھی اسی قول کو پسند فرمایا ہے۔

(تفسیر طبری ج 15 ص: 259 دار الفکر)

لیلۃ قدر کی رات رمضان کے آخری عشرے میں ہے جبکہ کئی روایات سے اس بات کی وضاحت ہوتی ہے۔ جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں: آپ ﷺ کے چند اصحاب کو شب قدر، خواب میں رمضان المبارک کی سات آخری تاریخوں میں دکھائی گئی تھی اس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''میں دیکھ رہا ہوں تمھارے سب کے خواب سات آخری تاریخوں

پر متفق ہو گئے ہیں، اس لیے جو شخص اس رات کو پانا چاہے وہ اسے آخری طاق راتوں میں تلاش کرے۔"

(صحیح بخاری: 2015)

حضرت ابو سلمہؓ نے حضرت ابو سعید خدریؓ سے نبی کریم ﷺ کے اعتکاف کے بارے میں دریافت کیا تو انھوں نے جواب دیا: ہم نبی ﷺ کے ساتھ رمضان کے دوسرے عشرے میں اعتکاف میں بیٹھے، پھر بیس تاریخ کی صبح کو آپ ﷺ اعتکاف سے نکلے اور ہمیں خطبہ دیا اور فرمایا: "مجھے لیلۃ القدر دکھائی گئی تھی، لیکن بھلا دی گئی یا آپ ﷺ نے فرمایا: میں خود بھول گیا اس لیے تم اسے آخری عشرے کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔"

(صحیح بخاری: 2016)

ایک روایت میں سیدنا عبادہ بن صامتؓ بیان کرتے ہیں: رسالت مآب ﷺ ہمیں شب قدر کی خبر دینے کے لیے تشریف لا رہے تھے کہ دو مسلمان آپس میں جھگڑا کرنے لگے، اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: "میں تمھارے پاس آیا کہ تمھیں شب قدر کے بارے میں بتا دوں، لیکن فلاں فلاں نے آپس میں جھگڑا کیا، بس اس کا علم اٹھا لیا گیا، مجھے امید ہے تمھارے حق میں یہی بہتر ہوگا، سو تم اس کی تلاش آخری عشرہ کی نو یا سات یا پانچ راتوں میں کیا کرو۔" (صحیح بخاری: 2023)

آخری عشرہ کی طاق راتیں 27، 25، 23، 21 اور 29 ہیں۔ کیا لیلۃ القدر کو کسی ایک طاق رات کے ساتھ مخصوص کیا جا سکتا ہے؟ اس کے متعلق علمائے کرام کے بہت سے اقوال ہیں جن کی تعداد 46 کے قریب ہے۔

حافظ ابن حجرؒ نے ان اقوال کو جمع کیا ہے اور اس کے بعد لکھا ہے صحیح ترین بات یہ ہے کہ اسے رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کیا جائے۔ کسی ایک طاق رات کے ساتھ اسے خاص کرنا درست نہیں کیوں کہ آپ ﷺ کا فرمان: التمسوا اور تحروا لیلۃ القدر فی العشر الاواخر من رمضان اس بات کو تقویت دیتا ہے کہ یہ رات ہر سال مختلف ہوتی ہے اور اس رات کی تعیین نہیں ہے۔ (فتح الباری باب تحری لیلۃ القدر فی الوتر من العشر الاواخر (266/4) دار المعرفہ بیروت)

جو شخص لیلۃ القدر کو پا لے تو وہ کثرت کے ساتھ توبہ و استغفار کرے۔ اُم المومنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ نے آنحضرت ﷺ سے سوال کیا تھا اگر میں یہ رات پالوں تو کیا کروں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: تو یہ دعا پڑھنا: اَللّٰهُمَّ إِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّيْ "اے پروردگار! بلاشبہ تو معاف کرنے والا ہے، معافی کو پسند کرتا ہے، مجھے بھی معاف فرما دے۔"

(سنن ترمذی: 3513)

لیلۃ القدر کی نشانیوں کے متعلق نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: "یہ رات بالکل صاف اور اتنی روشن ہوتی ہے گویا چاند چڑھا ہوا ہے، اس میں سکون اور دلجمعی ہوتی ہے، نہ زیادہ سرد ہوتی ہے اور نہ ہی زیادہ گرم، بلکہ موسم خوشگوار ہوتا ہے، صبح تک ستارے نہیں جھڑتے۔ مزید فرمایا: "اس کی نشانیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس صبح کو سورج تیز شعاعوں سے نہیں بلکہ چودھویں رات کے چاند کی طرح صاف ہوتا ہے۔"

(مسند احمد: 22765)

نوٹ:

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ لیلۃ القدر کا میسر آنا صرف اعتکاف کرنے والوں کے ساتھ خاص ہے جبکہ یہ بات نادرست ہے بلکہ جو کوئی بھی اعتکاف میں یا اعتکاف کے بغیر اس رات کو پانے کی جستجو کرے گا اس کو یہ رات نصیب ہو سکتی ہے۔ سیدہ عائشہؓ فرماتی ہیں: "جب رمضان کا آخری عشرہ آجاتا تو نبی کریم ﷺ اپنا تہبند مضبوط کر لیتے اور کمر کس لیتے اور ان راتوں میں خود بھی جاگتے اور اپنے گھر والوں کو بھی جگاتے۔"

(صحیح بخاری: 2024)

افسوس! آج کے مسلمان اتنے قیمتی ایام کو بھی عام دنوں کی طرح خواب غفلت میں گزار دیتے ہیں۔ خاص طور پر آخری عشرے کو تو عید کی تیاریوں کے سلسلہ میں بالکل ہی نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کی اصلاح فرما دے اور ہمیں پورا رمضان اور بالخصوص آخری عشرہ کی قدر و منزلت جان کر توشہ عاقبت کرنے کی توفیق عنایت فرمائے۔ آمین!

ہم روزہ دار ہیں؟

پروفیسر رعیت علی بٹاپوری

رمضان المبارک کے مقدس مہینے میں اکثر دوستوں سے جب بات چیت ہوتی ہے تو وہ کہتے ہیں ہم روزے سے ہیں۔ روزے کی حالت میں ہم زیادہ مشقت کا کام نہیں کر سکتے، روزے سے نقاہت ہو گئی ہے، دوستوں کی اس بات میں صداقت ضرور پائی جاتی ہے اس لیے کہ روزہ رکھنے سے انسان کی جسمانی صلاحیت متاثر ہوتی ہے، قوت کار کم ہوتی ہے۔

یہ بھی حقیقت ہے کہ روزے سے جسم کی مشینری درست انداز سے کام کرنے لگتی ہے۔ اگر ہم روزے کے فلسفہ کا گہرائی سے تجزیہ کریں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ روزے کے دو پہلو ہیں۔ ایک اس کا جسمانی پہلو ہے یعنی ہم کھانے پینے سے اور دیگر جسمانی لذائذ سے رُک جاتے ہیں، ہم سحری سے لے کر افطاری تک روٹی کا ایک ٹکڑا اور پانی کا ایک گھونٹ تک اپنے بدن کے اندر داخل نہیں ہونے دیتے یعنی جسم کا بھی روزہ ہے۔

جسم کے روزے کا مقصد یہ ہے کہ بھوک اور پیاس سے ہمارے اندر یہ احساس پیدا ہو کہ بھوکے اور پیاسے کتنی مصیبتوں اور مشکلوں سے دو چار ہوتے ہیں اس طرح ہمارے ذہن میں بھوکوں، پیاسوں، بے نواؤں، مفلسوں، محتاجوں، معذوروں، اپاہجوں کی خدمات کا جذبہ بیدار ہوتا ہے لیکن روزے کا اصل مقصد ہمارے ذہن کے اندر خیر کے تصورات واحساسات کی فصل اُگاتا ہے اور شر کے جھاڑ جھنکاڑ سے روح کی دنیا کو مصفیٰ و پاک کرتا ہے اس لیے روح کا روزہ یہ ہے کہ روح کو شر کے غلیظ تصورات و خیالات سے پاک کر لیا جائے۔ اسکے اندر خیر اور سلامتی کے خیالات و احساسات اتارے جائیں، جب روح مصفیٰ ہو جائے گی تب انسان کا پورا وجود پاکیزہ اور صاف ہو جائے گا۔ روزہ گویا اپنے نفس کو تمام قسم کی برائیوں اور رذائل سے پاک کرنے کا نام ہے۔

اس طرح روزہ ہماری نفسیاتی، روحانی اور باطنی وفکری تربیت کا ایک ماہانہ کورس ہے۔ دین کی تمام عبادات کا جوہر اور مغز یہ ہے کہ انسان المتقی اور المحسن بن جائے اور وہ تمام قسم کے اخلاقی سماجی اور فکری و باطنی برائیوں سے پاک ہو جائے۔ لیکن اگر ہم اپنے سماج کی عملی صورت حال کا جائزہ لیں تو ہمیں بڑے افسوس سے یہ کہنا پڑے گا کہ ہم جسم کا روزہ رکھتے ہیں۔ نفس و شعور اور روح و قلب کا روزہ نہیں رکھتے۔

ہماری خواہشات اور ارادے خیر کے سانچے میں نہیں ڈھلتے، ہم روزہ رکھ کر غیبت کرتے ہیں، چغلی کھاتے ہیں، جھوٹ بولتے ہیں، لوگوں کے بارے میں نفرت کے رویوں کا اظہار کرتے ہیں، بد دیانتی سے کام لیتے ہیں حقوق العباد کا قتل عام کرتے ہیں، لوگوں کو بے عزت کرتے اور ان پر ظلم کرتے ہیں۔

ہمدردی، احسان، عدل ایثار، تکریم اور خدمت انسانیت کے مقدس اعمال سے دور رہتے ہیں۔ ہمارے دلوں کے اندر اللہ کے ذکر سے روحانیت اور نورانیت کا تقدس آمیز کیفیت پیدا نہیں ہوتی بلکہ روزہ رکھنے سے اور روزہ نہ رکھنے سے ہماری نفسیاتی اور ذہنی حالت بدستور جوں کی توں رہتی ہے۔

روزے کا اصل مقصد تو یہ ہے کہ اس سے ہمارے قلب کے اندر انقلاب پیدا ہو جائے ہمارا کردار و اخلاق اور ہماری سیرت بدل جائے روزہ رکھنے کے بعد ہم بدلے ہوئے انسان بن جائیں۔ ہماری شقاوت اور بدمزاجی ختم ہو جائے، ہمارے اندر رحم اور محبت کے جذبے انگڑائی لینے لگیں لیکن دکھ کی بات ہے کہ ہم ماہ رمضان میں تراویح کا اہتمام کرتے ہیں، ہم قرآن کی تلاوت کرتے ہیں اور ہم صدقہ وخیرات کرتے ہیں لیکن ہمارے دلوں کی دنیا ویسی کی ویسی سنسان ہی رہتی ہے۔

دلوں کی دنیا میں محبت الٰہی کے چشمے نہیں پھوٹتے، ہمارے اخلاق نہیں بدلتے، ہمارے رویوں میں تہذیب اور شرافت کا نور پیدا نہیں ہوتا۔ ہماری روح کی گندگی اور غلاظت ختم نہیں ہوتی ہم ویسے کے ویسے ہی رہتے ہیں۔ ہم تقویٰ اور احسان کے مقام پر فائز نہیں ہو پاتے۔ ضبط نفس کی صلاحیت ہمارے قلب کے اندر پیدا نہیں ہوتی۔

(بقیہ: ص19)

دینی مدارس کے طلبا کے لئے عظیم خوشخبری

ملک کی عظیم درس گاہ جامعہ تعلیم الاسلام ماموں کانجن (فیصل آباد) میں ایک سالہ تخصص فی العقیدہ والدعوۃ کا آغاز کیا جارہا ہے جو طلبا کے روشن مستقبل کا ضامن ہوگا۔ ان شاء اللہ

خصوصیات:

(1) ایک سال میں عقیدہ ودعوت کے موضوع پر قدیم وجدید کتب کا تعارف اور اہم مضامین کی تدریس شامل نصاب ہوگی (2) امام ابن تیمیہؒ، امام ابن قیم الشیخ محمد بن عبدالوہابؒ اور علامہ نواب صدیق الحسنؒ کی عقائد پر کتب خصوصاً شامل نصاب ہوں گی (3) تدریس کے فرائض عقائد کے ماہر اساتذہ کرام سرانجام دیں گے (4) سعودی عرب کے جید علماء کرام آن لائن لیکچر دیں گے (5) ہر طالب علم کو برائے تحقیق انٹرنیٹ کی سہولیات باہم میسر ہوں گی (6) جامعہ تعلیم الاسلام کی عظیم الشان لائبریری تخصص کے طلبا کے لئے ہمہ وقت کھلی رہے گی (7) ملک کے مشہور ومعروف جید علماء کرام کا براہ راست اور آن لائن محاضرات (لیکچرز) کا انتظام ہوگا (8) تخصص کے طلبا کے لئے معیاری رہائش کا انتظام کیا جائے گا (9) بحوث لکھنے کے لئے سٹیشنری کا مکمل انتظام جامعہ کی طرف سے ہوگا (10) تدریس اردو اور عربی دونوں زبانوں میں ہوگی۔

مقاصد:

☆ فارغ التحصیل طلبا میں علمی وتحقیقی صلاحیتوں کو اجاگر کرنا ☆ کتاب وسنت کی روشنی اور فہم سلف کے مطابق عقائد کی تعلیم سے طلبا کو آراستہ کرنا ☆ عربی اور اردو میں تقریر وتحریر پر عبور حاصل کرنا ☆ طلبا میں دعوتی وتبلیغی صلاحیتوں کو نمایاں کرنا ☆ نمایاں پوزیشن حاصل کرنے والے طلبا کو سعودی یونیورسٹیز میں داخلے کے مواقع مہیا کرنا ☆ طلبا میں اسقدر علمی استعداد پیدا کرنا کہ وہ کسی بھی مقام پر اپنے پاؤں پر کھڑے ہوکر خدمت دین سرانجام دینے کی صلاحیت سے بہرہ ور ہوں۔

شرائط:

(1) کسی جامعہ سے فارغ التحصیل یا وفاق المدارس السلفیہ سے شہادۃ العالیہ کا حامل ہونا ضروری ہے (2) کسی معروف شخصیت کا تزکیہ (3) زبانی ٹیسٹ

نوٹ:

10 شوال تک درخواستیں جامعہ تعلیم الاسلام ماموں کانجن میں وصول کی جائیں گی۔ آخری سند کی فوٹو کاپی ہمراہ ارسال کریں۔ ٹیسٹ جامعہ تعلیم الاسلام ماموں کانجن میں ہوگا۔ ٹیسٹ کی تاریخ بذریعہ فون مطلع کی جائے گی۔ تخصص کی تعلیم 16 شوال سے 15 شعبان تک ہوگی۔

الداعی الی الخیر: حافظ مقصود احمد صدر وارا کین انجمن جامعہ تعلیم الاسلام ماموں کانجن (فیصل آباد)

فون: 041.3434221 موبائل مدیر التعلیم: 0301.7062822 0321.2103198

اشاعت دین کا عظیم مرکز

ادارہ تبلیغ اسلام جام پور

تعاون کی خصوصی اپیل

ادارہ تبلیغ اسلام جام پور ملک کا عظیم و منفرد ادارہ ہے جس کی طرف سے دینی لٹریچر چھپوا کر وسیع پیمانے پر مفت تقسیم کیا جاتا ہے۔ اب تک مختلف مسائل پر 415 سلسلہ ہائے تبلیغ لاکھوں کی تعداد میں تقسیم کئے جا چکے ہیں۔ دین حقہ کی اشاعت کا یہ سب کام آپ جیسے مخیر احباب کے رضاکارانہ تعاون سے انجام دیا جا رہا ہے۔

جامعہ محمدیہ اہل حدیث

ادارہ ہذا کے تحت علاقہ کی معروف درسگاہ جامعہ محمدیہ اہل حدیث بھی قائم ہے۔ محنتی اور فرض شناس اساتذہ تدریسی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

شعبہ خدمت خلق

ادارہ ہذا کے تحت شعبہ خدمت خلق قائم ہے جس کے تحت ... غریب مریضوں کے علاج میں اعانت اور غریب طلبا کی اعلیٰ تعلیم کے حصول میں مدد کی جاتی ہے۔

اپیل تعاون

مخیر احباب سے پرزور اپیل ہے کہ ماہ رمضان المبارک میں خصوصی طور پر زکوۃ، صدقات مد سے حسب توفیق زیادہ سے زیادہ تعاون بھجوا کر عنداللہ ماجور ہوں۔

بذریعہ بینک

حبیب بینک جام پور اکاؤنٹ نمبر 1107-00166008-03 بنام ادارہ تبلیغ اسلام اہل حدیث

مسلم کمرشل بینک جام پور اکاؤنٹ نمبر 1142-0201000493-9 بنام جمعیت اہل حدیث جام پور

جملہ خط و کتابت و ترسیل زر بذریعہ ڈاک

مولانا محمد یٰسین راہی مدیر ادارہ تبلیغ اسلام جام پور ضلع راجن پور
0333-8556473

WEEKLY
TANZEEM AHL-E-HADITH CPL-104
LAHORE

عبدالرشید مجاہد آبادی

جامعۃ الدراسات الاسلامیہ

(مرکز ام الہدیٰ)

داخلہ نئے تعلیمی سال کا داخلہ 10 شوال سے آخر شوال تک جاری رہے گا۔

خصوصیات

- فاضل، محقق، تجربہ کار اساتذہ کی خدمات
- تعلیم کے ساتھ تربیت پر خصوصی توجہ
- اشراق و تہجد کی نماز کا باقاعدہ اہتمام
- ہر طالب علم کو ماہانہ وظیفہ
- وفاق المدارس السلفیہ سے الحاق
- کمپیوٹر کورسز کے لیے لیب کا انتظام
- دینی و عصری علوم کی کتب کی مفت فراہمی
- قیام و طعام، علاج و معالجہ بذمہ جامعہ
- عالیشان عمارت اور تعلیمی ماحول
- ہر بچے کی عبادت پر خصوصی توجہ
- حفظ حدیث کا اہتمام
- دینی و تحقیقی کتب کے مطالعہ کے لیے لائبریری
- عملی تقریر میں مہارت کے لیے مشق
- [illegible]

شعبہ جات

- درس نظامی
- تحفیظ القرآن
- علوم عصریہ
- کمپیوٹر کورسز
- فتاویٰ جات
- بیت المال
- رمضان میں دورہ جات

جامعۃ الدراسات الاسلامیہ